

اوراق گل

(انگلش پوٹری)

جسکو
حسب کلم

قدراں فیض سان جناب نواب سلطان جہان سیکم جہا
تاج ہند جی ہسی، ایس، آئی، جی، ہسی، آئی - رای،
فرمانرواے بھوپال دم قباہا واجلاہا

منشی سید محمد یوسف قصبہ

نظم اردو میں تحریر کیا

(اور)

(مطبع سلطانی ریاست بھوپال میں ہاتھ مولو محی الدین مہتمم مطبع ریاست جلیس)

۱۹۱۶ء

(کتبہ نصیر الدین)

اوراق گل

انگلش پوٹری

جنگل
حکیم

قدردان فیض سان ہر مائیں جناب سلطان جہان بگیم جہا
تاج ہند، جی، سی، ایس، آئی، جی، سی، آئی، ای

فرمان روک بھوپال دام اقبالہ و اجلاہا

منشی سید محمد یوسف

نے

نظم ارو وین تر جکیا

اور

مطبع سلطانی ریاست بھوپال مین باہنام مولوی محمد حمید اللہ متہم مطبع ریاست بھوپال

۱۹۱۶ء

فہرست مضامین "اوراق گل" (ترجمہ انگلش نوٹری)

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
حصہ اول			
۱	خدا کا تحفہ	ای، ڈی، لیڈ اینی پراکٹر	۲
۲	چھوٹی حمیدہ	نرسری رائٹ	۷
۳	موسم بہار	اے نن	۷
۴	چڑیا کے خیالات	"	۸
۵	مہینوں کے دن	اولڈ رائٹ	۹
۶	شیریں گلاب لال پھول	اے نن	۹
۷	ہمدردی	"	۱۰
۸	چھوٹا مرد اور چھوٹی عورت	نرسری رائٹ	۱۱
۹	چھوٹا چوہا چوہا دان میں	اے نن	۱۲
۱۰	میری چھوٹی بی بی	نرسری رائٹ	۱۳
۱۱	میرا پہاڑی ٹوٹ	"	۱۳
۱۲	جگنو	ایم اے بیٹس	۱۴
۱۳	لڑکا اور شہد کی مکھیاں	نرسری رائٹ	۱۴

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۱۴	جناب متقا طلیس بی بی بی	نرسری رانم	۱۵
۱۵	بدلو لو ہار	"	۱۶
۱۶	برسات اور آندھی	ڈاکٹر ہنریج ہونین	۱۷
۱۷	سورج	اے نن	۱۸
۱۸	چاند کی روشنی	اولڈ رانم	۱۹
۱۹	بیوقوف ناصر	نرسری رانم	۲۰
۲۰	شیراز و یاسلانی کی خطرناکی	ڈاکٹر ہنریج ہونین	۲۱
۲۱	سورج کا سفر	آر۔ ایل۔ سٹی دن سن	۲۲
۲۲	چھٹی جمیدہ بیگم	نرسری رانم	۲۵
۲۳	پرندے چوانات اور مچھلیاں	جان ٹیلر	۲۶
۲۴	گاے	"	۲۹
۲۵	لوری	لارڈ ٹینیسن	۳۰
۲۶	جھنگا (کیڑا)	الزبتھ ٹرنر	۳۱
۲۷	جگل مین گم شدہ بچے	اے نن	۳۲
۲۸	سیلا کچیل اور گندہ حامد	ٹی ایل پکا	۳۳
۲۹	بے رحم لڑکا	الزبتھ ٹرنر	۳۵

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۳۰	لوری	اے سن	۳۶
۳۱	راہن	"	۳۸
حصہ دوم			
۳۲	دنیا کا راگ	گبریل سٹاون	۴۲
۳۴	مان کا خواب	ڈبلیو برنس	۴۴
۳۵	چالاک اختر	نرسری رانم	۴۵
۳۶	مجمول نصیرہ	"	۵۰
۳۷	راہن	"	۵۱
۳۸	سنڈریلا کی کہانی	"	۵۲
۳۹	ایک لالچی لڑکا	الزبتھ ٹرنر	۵۵
۴۰	کھویا ہوا حلوہ (پڈنگ)	"	۵۶
۴۱	مسٹر نو بڑی۔	اے سن	۵۷
۴۲	قائدہ مندہل	اولڈ سانگ	۵۸
۴۳	لوٹری	نرسری رانم	۵۹
۴۴	ایماندار لڑکے	الزبتھ ٹرنر	۶۰
۴۵	گری کا بستر	آر۔ ایل۔ سیٹی ون سن	۶۱

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۴۶	چینی کا برتن	الزبتھ ٹرنر	۶۲
۴۷	اڑکے کا فیصلہ	رک مین مارک	۶۳
۴۸	غروب ہونے والا سورج	ایف اے ویڈرے	۶۳
۴۹	حمیدہ کی بھیڑیں	نرسری رانم	۶۴
۵۰	گم شدہ گڑیا	سی۔ گنگس لے	۶۵
۵۱	بچے کے سوال کا جواب	ایس۔ ٹی۔ کالریج	۶۶
۵۲	گڈ ریا	ڈبلیو بلیک	۶۷
۵۳	بچپن کی خوشی	"	۶۸
۵۴	چھوٹا سفید کنول	میکڈانڈ	۶۹
۵۵	بلی	شیڈ	۶۹
حصہ سوم			
۵۶	دو بانچے	جان ٹیلر	۷۲
۵۷	گھوارے کا راگ	مارگریٹ جانسن	۷۵
۵۵	اچھی نصیحت	اولڈ سا	۷۶
۵۹	جسکو سرسبز ہونا ہے	اولڈ رانم	۷۶
۶۰	حقیقی فلسفہ	"	۷۷

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۶۱	کوڑا	اے نن	۷۷
۶۲	چھوٹا نیلا لڑکا	یوگن فیلمڈ	۷۸
۶۳	غریب کی شکایت	آر۔ ساوتھی	۸۰
۶۴	تین دنیا میں	اے نن	۸۲
۶۵	بہاؤ الدین بکھن مین مرزا بکھن	جان انگلیو	۸۳
۶۶	ریل گاڑی سے دنیا کا منظر	آر۔ ایل۔ سٹیون سن	۸۶
۶۷	میرا سایہ	"	۸۷
۶۸	مکھی	ڈبلیو اولڈنیر	۸۸
۶۹	گھواری کی لوری	ڈبلیو بلیک	۸۹
۷۰	دایہ کاراگ	ڈبلیو بلیک	۹۱
۷۱	ایک خاص بچہ کی لوری	سروالٹر اسکاٹ	۹۲
۷۲	عبادت گاہ کی تتلی	ڈبلیو کاپر	۹۴
۷۳	حمیدہ کی تنہائی	ڈبلیو ورڈس ورثہ	۹۵
۷۴	مکڑی اور مکھی	میری ہووٹ	۹۹
۷۵	جان گلین کا دلچسپ قصہ	ڈبلیو کاپر	۱۰۲
۷۶	دیوانہ کتا	ایور۔ گولڈ اسمتھ	۱۱۲

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۷۷	ناس کی ڈبیا	اے نن	۱۱۴
۷۸	کسانی چھوڑ چکے انگوٹھا چوڑی کی	ڈاکٹر سہنرچ ہونمیں	۱۱۵
۷۹	چھوٹے تارے کی جگہ گاہٹ	اے نن	۱۱۶
۸۰	کتاب فروش کی دوکان پر ایک بچہ	میری لمب	۱۱۷
۸۱	تالاب	جان ٹیلر	۱۱۹
۸۲	بچہ اور سانپ	میری لمب	۱۲۲
۸۳	مریم کی ہیمیانی	الزبتھ ٹرنر	۱۲۵
۸۴	خط کیونکر لکھتے ہیں	"	۱۲۶
۸۵	اُن کا کیا ہوا	اے نن	۱۲۷
۸۶	چشمہ	جے آر۔ لوول	۱۲۸
۸۷	پھاڑ اور گہری	آر۔ ڈبلیو۔ امرن	۱۲۹
۸۸	بوڑھی مان ہارٹ	نرسری راکم	۱۳۰
۸۹	کیسا بیانیگا	ایف ہمنس	۱۳۴
۹۰	میرا وطن	سوزا لاسکاٹ	۱۳۷

حقیقہ

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۹۱	ذاتی دولت	آر - ہرک	۱۳۸
۹۲	ایک ہدایت	جان - گے	۱۳۹
۹۳	میرا ابتدائی گھر	جان ملر	۱۴۰
۹۴	دکھ دینے والا ہل	"	۱۴۲
۹۵	چھوٹا کالا لڑکا	ڈبلیو بلیک	۱۴۳
۹۶	چھوٹا بچہ گم ہو گیا	"	۱۴۶
۹۷	چھوٹا لڑکا مل گیا	"	۱۴۶
۹۸	شام کا ستارہ	"	۱۴۷
۹۹	صبح کا ستارہ	"	۱۴۸
۱۰۰	نیند	ورڈس ورتھ	۱۴۹
۱۰۱	ہسپرس (جہاز) کی تباہی	لانگ فیلو	۱۵۱
۱۰۲	نواب	ڈبلیو - بلیک	۱۵۶
۱۰۳	بھیک مانگنے والی خاتون	لارڈ ٹینیسن	۱۵۷
۱۰۴	سیری فاختہ	جے کیٹس	۱۵۸
۱۰۵	دفا شعار	شیکسپیر	۱۵۹
۱۰۶	سمندر کا راگ	"	۱۶۰

نمبر شمار	عنوان نظم	نام مصنف	نمبر صفحہ
۱۰۷	گھر سے جدا	میری ہووٹ	۱۶۱
۱۰۸	مان کی لوری	لارڈ ٹینی سن	۱۶۲
۱۰۹	پھولوں کا استعمال	میری ہووٹ	۱۶۳
۱۱۰	بچے کا پہلا رنج	ایف ہینس	۱۶۵
۱۱۱	آخری ریوڑ	ورڈس ورثہ	۱۶۷
۱۱۲	گائے اور گدھا	جان ٹیلر	۱۷۳
۱۱۳	طوطا (ایک حقیقی جذبہ)	ٹی۔ کیل	۱۷۹
۱۱۴	بھڑپے کو ساتھ ایک آت	بی ٹیلر	۱۸۱
۱۱۵	ہوا کی چکی	لانگ فیلو	۱۸۲
۱۱۶	چھوٹا پودا	سی۔ براؤن	۱۸۳
۱۱۷	شہرین برف	رکین مارک	۱۸۴
۱۱۸	ایک گھڑنے کی قبرین	ایف ہینس	۱۸۶
۱۱۹	ابو بن ادم اور فرشتہ	لائتھم ہٹ	۱۸۹
۱۲۰	مارچ پر کچھ شعر	ورڈس ورثہ	۱۹۱
۱۲۱	رائل جارج (جہاز) کی جہاز شکنی	ڈیو کاہرہ	۱۹۲

نمبر شمار	عنوان نظم	نام صنف	نمبر صفحہ
۱۲۲	ہوا کس سرت سے آتی ہے	ورڈس ورتھ	۱۹۴
۱۲۳	ڈیفوڈلس	"	۱۹۷
۱۲۴	رات کی چڑیا	سی کنگس لے	۱۹۸
۱۲۵	خواب کا ملک	آر۔ ایل۔ سٹین سن	۲۰۰
۱۲۶	سفر	"	۲۰۱
۱۲۷	لندن کا دریا	ایف۔ ای ویڈر لے	۲۰۳
۱۲۸	اندھا لڑکا	سی کیر	۲۰۵
۱۲۹	گاون کا حداد	لانگ فیلو	۲۰۶
۱۳۰	جنگ بلینیم کے بعد	ساؤتھی	۲۰۹
۱۳۱	ایک پس و پیش کرتی والا اسکول کا لڑکا	ڈبلیو کا پر	۲۱۲
۱۳۲	ٹیوبل کمین	چارلس بیسکے	۲۱۴
۱۳۳	تتلی کی مجلس رقص	ٹی۔ راسکو	۲۱۷

اس کتاب کا
انتساب

آقائے نامدار ہر ہائیں جناب اب سلطان جہان سیکم جہا
سی، آئی۔ جی، سی، ایس، آئی۔ جی، سی، آئی، اسی فرمانروا
ریاست بھوپال دام اقبالہ کے نام نامی اسم گرامی سے
ہونا میرے لئے باعث فخر ہے۔

زقدر و شوکت سلطان نگشت چیرے کم
کلاہ گوشہ قیصر بہ آفتاب پید

دعا گوئے دولت مہال
قیصر

موتیا چمن، ریاست بھوپال
۲۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضور سرکار عالیہ امت اقبالہا نے ربیع الاول ۱۳۳۳ھ
میں ”انگلش پوسٹری کی پہلی کتاب“ جس میں علاوہ ادبی اور تاریخی
نظموں کے بچوں کے واسطے اخلاقی نظمیں بہ کثرت ہیں، اُردو
نظم میں ترجمہ کرنے کے لئے ازراہ تدریسی مرحمت فرمائی
اور دس ماہ کے قلیل عرصہ میں خادم نے اس حکم کی تعمیل کر دی
دوران ترجمہ میں اکثر نظمیں حضور سرکار عالیہ امت اقبالہا
ملاحظہ فرماتی ہی ہیں، اور مجھے فخر ہے کہ حضور عالیہ نے اس
ترجمہ نظم کو پسند فرما کر میری عزت افزائی کی، مجھے اس کا
اعتراف ضرور ہے کہ انگریزی کی ان پاکیزہ اور دلچسپ
نظموں کو اُردو نظم کا لباس پہنانے میں باوجود سعی بلیغ کے
بھی میں پورے طور سے کامیاب نہیں ہو سکا، تاہم میری
یہ کوشش راہِ گمان نہیں گئی کہ عبارت میں سلاست اور مضامین میں
فصاحت قائم رہے، تاکہ بچوں اُس کے پڑھنے میں کوئی
اُجھن نہ پیدا ہو اور وہ آسانی کے ساتھ شاعر کے
اصلی خیالات اور جذبات کی تہ تک پہنچ سکیں۔

عموماً ان نظموں کا پلاٹ شاعروں نے اپنے ملک (یورپ) کے خوشیل حالات اور واقعات پر رکھا تھا اور وہیں کی طرز معاشرت اُن کے پیش نظر تھی، جو ہمارے بچوں کیوئے بالکل اجنبی اور غالباً غیر مفید تھی، ضرورت اس امر کی تھی کہ اُن کو اپنے ہی دیس کی چیزوں اور مثالوں سے سمجھایا جائے تاکہ آسانی سے مطالب ذہن نشین ہو سکیں، اس لئے میں نے اس مجموعہ کی اکثر نظموں میں مصلحتاً ضروری اور دل چسپ تصرف کیا ہے، مگر شاعر کے خیالات اور نظم کے نفس مضمون کو اپنی اصلی حالت پر رکنے دیا ہے، عموماً بجائے انگریزی ناموں کے ہندوستانی نام لکھے گئے ہیں، اس لئے عام طور پر ان نظموں کے ترجمہ میں گنگا جمنی (مشرقی اور مغربی) خیالات پائے جاتے ہیں جو ایک تکدکشیہ میں ساتھ ہی اسکے مجھے اپنی شاعری کی نسبت یہ یاد کرانا ضرور ہے کہ اس میں از روئے علم و فن غلطیوں کا رجحان لازمی اور لغزشوں کا ہو جانا یقینی ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ :-

نہ میں اچھا، نہ میرے شعرا چھے، بات اتنی ہے
جسے اچھا کہیں سرکار، اچھا ہو ہی جاتا ہے
موتیا چمن، ریاست بھوپال {
۲۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء

نیازمند فیض

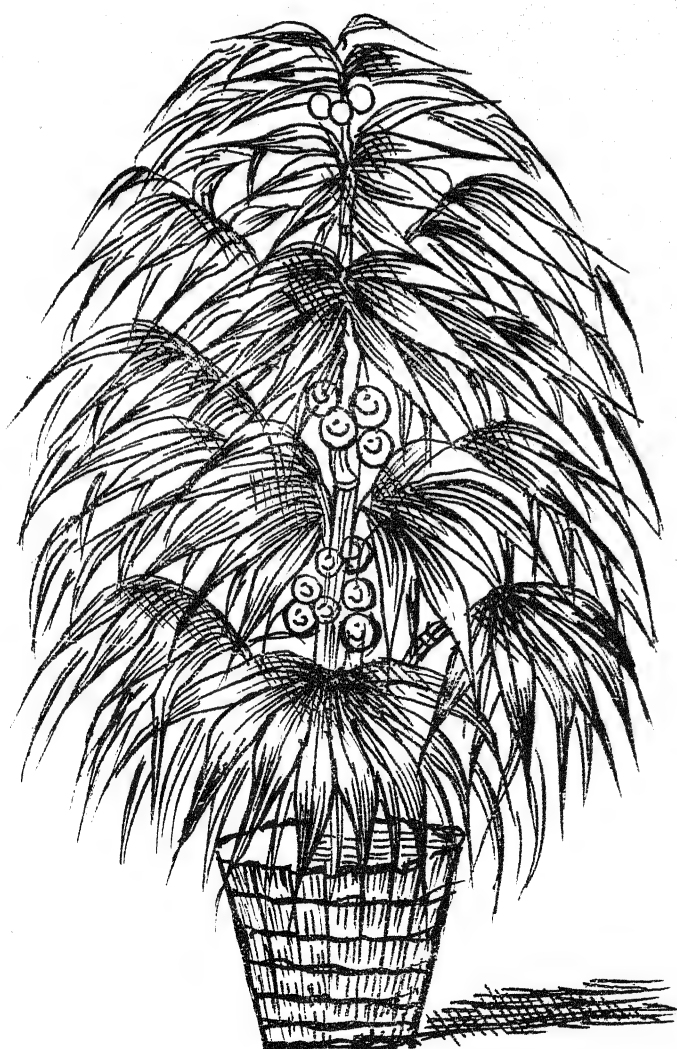
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضور سرکار عالیہ امت اقبالہا نے ربیع الاول ۱۳۳۳ھ
 میں ”انگلش پوسٹری کی پہلی کتاب“ جس میں علاوہ ادبی اور تاریخی
 نظموں کے بچوں کے واسطے اخلاقی نظمیں بہ کثرت ہیں، اُردو
 نظمیں ترجمہ کرنے کے لئے ازراہ تدریسی مرحمت فرمائی
 اور دس ماہ کے قلیل عرصہ میں خادم نے اس حکم کی تعمیل کر دی
 دوران ترجمہ میں اکثر نظمیں حضور سرکار عالیہ امت اقبالہا
 ملاحظہ فرماتی ہی ہیں، اور مجھے فخر ہے کہ حضور عالیہ نے اس
 ترجمہ نظم کو پسند فرما کر میری عزت افزائی کی، مجھے اس کا
 اعتراف ضرور ہے کہ انگریزی کی ان پاکیزہ اور دلچسپ
 نظموں کو اُردو نظم کا لباس پہنانے میں باوجود سعی بلیغ کے
 بھی میں پورے طور سے کامیاب نہیں ہو سکا، تاہم میری
 یہ کوشش راہیگان نہیں گئی کہ عبارت میں سلاست اور مضامین میں
 فصاحت قائم رہے، تاکہ بچوں کو اس کے پڑھنے میں کوئی
 الجھن نہ پیدا ہو اور وہ آسانی کے ساتھ شاعر کے
 اصلی خیالات اور جذبات کی تہ تک پہنچ سکیں۔

عموماً ان نظموں کا پلاٹ شاعر و ن نے اپنے ملک (یورپ) کے سوشیل حالات اور واقعات پر رکھا تھا اور وہیں کی طرز معاشرت اُن کے پیش نظر تھی، جو ہمارے بچوں کیوئے بالکل اجنبی اور غالباً غیر مفید تھی، ضرورت اس امر کی تھی کہ اُن کو اپنے ہی دیس کی چیزوں اور مثالوں سے سمجھایا جائے تاکہ آسانی سے مطالب ذہن نشین ہو سکیں، اس لئے میں نے اس مجموعہ کی اکثر نظموں میں مصلحتاً ضروری اور دل چسپ تصرف کیا ہے، مگر شاعر کے خیالات اور نظم کے نفس مضمون کو اپنی اصلی حالت پر رننے دیا ہے، عموماً بجائے انگریزی ناموں کے ہندوستانی نام لکھے گئے ہیں، اس لئے عام طور پر ان نظموں کے ترجمہ میں گنگا جمنی (مشرقی اور مغربی) خیالات پائے جاتے ہیں جو ایک تک لکش ہیں ساتھ ہی اسکے مجھے اپنی شاعری کی نسبت یہ یاد کرنا ضرور ہے کہ اس میں از روئے علم و فن غلطیوں کا رجحان لازمی اور لغزشوں کا ہو جانا یقینی ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ :-

نہ میں اچھا، نہ میرے شعرا چھے، بات اتنی ہے
جسے اچھا کہیں سرکار، اچھا ہو ہی جاتا ہے
موتیا چمن، ریاست بھوپال {
۲۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء

نیا زندہ قیصر



حصہ اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اوراق گل

خدا کا تحفہ

(او، ڈی، لیڈ، اینی، پراکٹر پبلشنگ کمپنی، ۱۸۲۵-۱۸۶۲ء)

خدا نے اس زمین کو ایک تحفہ بے بہا بخشا

وہ بچہ، جو کہ تھا معصومیت کا دل نشین پتلا

برائی سے وہ دنیا بھر کی بے شکاپک تھا بالکل

وہ معصومانہ آنکھیں اپنی کھولے مسکراتا تھا

پڑا تھا کس میسر سی، بکیسی کی گود میں اب تو

زمین نے سرد مہری اور حقارت سے لیا او کو

اور اوس دن کو لگی منہوس کتنے پہر تو سب دنیا

وہ دن، جس میں کہ یہ معصوم بچہ تھا ہوا پسیدا

دیا اک بدنما سا نام پہلے اوس کو دینا نے
 دی بدنما می اوسے در شہ مین، اور آوارگی بخشی
 جھٹلایا احتیاج اور شرم کے جھوٹے مین پھر اوسکو
 زمین نے کس میر سی، بیگسی، بیچارگی بخشی

بھلائی اور سچائی کے مین زرین اثر جتنے
 خدا کی مین مقدس روشنی کی جس قدر کرنین
 زمین نے اوس کی نظرون کے قریب اد کو کیا اچھل
 ہو مین ہر طرح سے محروم وہ نیلوفر سی اچھین

تب اپنے دل کو اور آنکھوں کو اور اپنی توجہ کو
 ہٹایا اوس کی جانب سے، بنی وہ منتظر اسکی
 کہ اوس کے چھوٹے چھوٹے پاؤں پڑ جائیں گناہین
 اور اوسکے پاک سر پر معصیت کی ہو رکھی گٹھری

وہ بچہ معصیت، جرمون کے ایسے غامین کھیدا
 جہاں پیدا ہوئے تھے معصیت اور جرم و نیا کے
 یہ وہ قانون تھا، جسکی اطاعت اوسپہ لازم تھی
 مگر ادنے کر شے تھے یہی چشم تماشا کے

اطاعت اور استعداد سے اون کا نو کو وہ سیکھا
 جو لوگوں نے سکھائے اور دی تسلیم جس کی
 گناہوں کے سبق تھے اور عبادت کے لئے قسمن
 خدا کے حکم سے انکار اور پھر اس کی پابندی

زمین کو چوش آیا اور اپنی پوری طاقت سے
 سزا دینے اڑھٹی مجروح حق کی اپنے پھر اوسکو
 اندھیری رات کی تاریکیوں میں اوسکو لا ڈالا
 نظر آتا نہیں تھا جس جگہ پر نور کا پرتو

جھلسنے والے شعلوں سے جیا کے آگ دی اوسکو
 مگر وہ معصیت پرور نہیں سمجھا کہ یہ کیا ہے
 خدا کے نور سے اوس کو چھپا کر دیا گمراہ
 وہ گمراہی میں پڑ کر بیسی کی موت مرتا ہے

خدا نے اس زمین کو ایک تحفہ بے بہا بخشا
 وہ بچہ جو کہ تھا معصومیت کا دل نشین پستلا
 بُرائی سے وہ دنیا بھر کی جنبش پاک تھا بالکل
 وہ معصومانہ آنکھیں اپنی کھولے مسکراتا تھا

زمین تحفہ کو لیکر پھر تو خوب ہی زور سے چٹخی
 ہوا مشہور اوس کا فاتحانہ فخر اور عشرت
 صدائے واپسین سے بھی جواب عیش لٹا تھا
 غرض ہر طرح سے دنیا میں پھیلائی گئی شہرت

اور اوس گھنٹہ کو برکت دی زمین نے اپنی ہاتھوں سے
 وہ جس گھنٹے میں آیا تھا پہننے تاج شہرت کا
 ہزاروں سال سے گوندا گیا تھا نام پر اوس کے
 ہر اک موتی میں جس کے عکس تھا دنیا کی عزت کا

زمین کے علم و فن اور انتہائی صنعت و حرفت
 ہوئے مصروف او سکی تربیت میں پوری طاقت سے
 اور اوس کا نرم دل، نازک دماغ اور او سکی ہر خواہش
 برائی سے رہی محفوظ اور ہر ایک آفت سے

پچھلے پھول او سکی صبح کے رستہ میں دنیا کی
 محبت نے نہایت نازنین قطرون کی بارش کی
 پلے تھے صبح کے اس طرح پرینیلگون گھنٹہ
 شفق گونابر سے چاروں طرف پھیلی مسرت تھی

بنی تھیں فرشِ ہوس قزح کی رنگتیں کسی

پڑا تھا راستی، نیکی کا ہالا ہر طرف اوس کے
نظر بچے کی للچانے کو اور ترغیب دینے کو
فراہم گرد و پیش اوس کے یہ اسباب مسرت تھے

ہر اک کھیل اوس کا روشن ہو رہا تھا پاک کرنوں سے

بنی اب روز روشن روشنی بھی صبح صادق کی
لیا آغوش مین سورج کے گوارے نے پھر اوسکو
لباس نور سے پیدا مسرت ہوتی جلاتی تھی

زمین پھر پوری طاقت سے اٹھی اور یہ لگی کتنے

اضافہ اسپہ ہوتا چاہئے اب تو شرافت کا
وہ دل ہی اس کے پہلو مین شرافت کا جو مرکز ہے
رگون مین اس کے ہے وہ خون جو جوہر عزت کا

یہ دونوں تحفے خالص اور نورانی تھے امی دنیا؟

خدا کی بھی نگاہوں مین تھے یہ معصوم اور بہتر
کرے گا فیصلہ اسکا خدا، تجھ کو سزا دے گا
وہ دنیا اور مافیہا سے ہے ہر طرح طاقت ور

چھوٹی حمیدہ

(نرسی راتم)

چھوڑ کر نئی حمیدہ کھیل اپنا ایک بار پڑ گئی جا کر بچھونے پر چڑھا یا جب بخار
ایک چڑیا آئی جسکا پیٹ تھا سرخی لڑ چونچ مین ولی کا ٹکڑا اپنی تھی دلو ہو

بولی چڑیا بی حمیدہ کھائے کھانا مرا یہ کہا چھوٹی حمیدہ تو تمہارا شکریہ

ہو گئی اچھی حمیدہ اس میں طاقت آگئی ایک دن اسکی طبیعت میں شہرات آگئی
کچھ چڑیا کرتی تھی اپنی یہ چڑیا سے کہا تم سے کچھ ملتا نہیں مجھ کو محبت کا نرا
آگیا چڑیا کو غصہ، جوش میں کہنے لگی شرم تم کو چاہئے عادت یہ کیسی بُری
بی حمیدہ میری ہمدی کی اچھی قدر کی کھچکی جب تو ٹہنی سے پھدک کر اڑ گئی

موسم بہار

(اے نن)

کہا پتھون سے یہ اک دن ہوانے کہ اب اچھے موسم کے دنج ب آئے
مرے ساتھ تم آؤ، اور آ کے کھیلاؤ بس اب بہن اور سرخ کپڑوں کو پہنو

سناپتون نے جو کہنا ہوا کہ وہ سب آئین بھٹ بھٹاتی ہوئی
 آئے آئین اک کھیت پر سب کی سب ٹریلا سا اک راگ گاتی ہوئی

چڑیا کے خیالات

(اے نن)

رہتی تھی چین سے مین چھوٹے سے ایک گھر میں
 اور اُس مین کر رہی تھی اچھی طرح بس مین
 دنیا کو جانتی تھی مین گول اور چھوٹی،
 یہ پیسے نیلے گولہ کی ہے زمین کیسی :-
 پھر ایک گھونسلہ مین رہنے لگی مین جاکر
 مین اوسکو جانتی تھی اپنا بہت بڑا گھر
 اوس گھونسلہ مین میری اتنی سمجھ بڑی ہے
 دنیا کو جانتی تھی، تنکون سے یہ بنی ہے
 طاقت جب آگئی کچھ میرے پردن کے اندر
 دنیا کے دیکھنے کو پہونچی مین پھر پھر اکر
 سمجھی کہ پتوں سے دنیا بنی ہوئی ہے
 گنجان ڈایون سے کیسی چھپی ہوئی ہے

آخر جوان ہو کر اُڑنے لگی جہان میں
 پھر وہ سبجہ نہیں تھی پہلے جو تھی مکان میں
 میں اور مرے پڑوسی کچھ جانتے نہیں ہیں
 دنیا بنی ہے کس سے پہچانتے نہیں ہیں

مہینوں کے دن

(اولڈ رائٹ)

یہ اپریل و جون اور نومبر، دسمبر
 اور اٹھائیس دن کا ہی یہ فروری
 انہیں یاد رکھو کہ ہیں تیس دن کے
 اور باقی مہینے ہیں کتیس دن کے
 مگر لونڈ کا جب مہینہ لگے گا
 تو دن فروری کے ہیں اٹیس دن کے

شیرین گلاب کا لال پھول

(اے نن)

جب دیکھتی ہوں اوسکو، ہوتی مجھے خوشی ہے
 کیسی ہری بھری یہ جھاڑی گلاب کی ہے

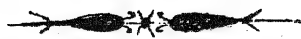
کچھ جھوٹ نام کو بھی ہرگز نہیں بیان میں
 جیسا کہ وہ ہے شیریں، کوئی نہیں جہان میں
 پھولے پھلے، رہے یہ سبز اور تازہ
 اور چھوٹی چھوٹی کلیاں کھلتی رہیں ہمیشہ

ہمدردی

(اے نن)

کئی ایک لڑکی کے ہمراہ چڑیا چراگاہ میں جب موسم تھا ٹھنڈا
 وہاں جا کے لڑکی نے دل میں سوچا کہ چڑیا کسے نن پر نہیں کوئی کپڑا
 پریشان اسے کر رہی ہوگی سردی اگرچہ ہے میدان میں دھوپ پھیلی

ادھر چھوٹی چڑیا نے سوچا یہ دلہن کہ لڑکی کے میری طرح پر نہیں ہیں
 بدن اوس کا تو ہو گیا موگا ٹھنڈا پریشان اسے کر رہا ہوگا جاڑا
 خیالات اچھے تھے باتیں تھیں اچھی وہ اک دوسرے کی تھیں ہمدردی



چھوٹا مرد اور چھوٹی عورت

(نرسری رائل)

کہیں مرد و عورت تھے دو چھوٹے چھوٹے
 کہا مرد نے ادس سے اک روز آ کے
 کہ اے چھوٹی عورت ہو تم اس پر راضی
 کہ دو نون کی ہو جائے آپس میں شادی

کہا چھوٹی عورت نے اک آہ بھر کے
 نہیں پاس کھانے کو کچھ بھی ہمارے
 تمہیں جس محبت کا ہے جوش اتنا
 بھلا اوسکو کھانے سے ہے واسطہ کیا
 پکا دیگی کیا میرا کھانا محبت
 چھڑا دے گی جی کا جلا نا محبت
 نہیں ہوتی ہے صفت الفت سے شادی
 کمائی اگر کچھ کرو، تب ہوں راضی

چھوٹا چوہا چوہے دان میں پھنس گیا

(۱-۱۰)

میں نے ایک چھوٹا سا چوہا غریب تمھارے مکان کے ہون ہوتا قریب
تمھارے ہی ٹکڑوں کو کھاتا ہوں تمھارے سبب چن پاتا ہوں میں
شرارت کی تو کچھ نہ تھی بات بھی کہ آرام کی ہے یہی زندگی
مری عرض اتنی سی ہے، سنئے تو مرے ساتھ نیکی کا برتاؤ ہو
اگر یہ مری جان لے لو گے تم تو دل کو غریبوں کے توڑو گی تم
مگر ختم ہوں گے نہ یہ دکھ کبھی

تڑپتی وہاں ہو گی بی بی مری مرار استہ ہو گی وہ دیکھتی
مری واپسی کی اُسے ہے امید خدا اوس کی ہرگز نہ توڑے امید
وہ بہلا رہی ہو گی بچے مرے وہ اب ایلی ڈھونڈنے کو مجھے
پڑے ہوں گے بھوکے مری لاڈلے ترس کھا کے ادن پر مجھے چھوڑے
مری بی بی کو ہو گا یہ اسرا کہ روٹی کا ٹکڑا کوئی اسے گا
مرے بچوں کے ناشتہ کے لئے

میں پاتا ہوں کچھ رحم آنکھوں پر اب ستانا تمھیں چاہئے مجھ کو کب
نہیں ہے ضرورت کہ پھٹکی کھلے نکل جاؤں گا اوسکے سوراخ سے
ناب بھول کر میں بیان آؤں گا نہ خطرہ کبھی جان پر لاؤں گا

خدا کے لئے چھوڑ دے چھوڑ دے مری قید کی رسیاں توڑ دے
 نہ ہرگز مجھے دیکھ پاؤ گی تم نہیں آؤں گا گو بلاؤ گی تم
 کسی طرح عادت چھٹے ظلم کی

میری چھوٹی بیوی

(نرسی رانم)

میری چھوٹی بی بی نہایت حسین ہے وہ ایسی حسین ہو کہ کوئی نہیں ہے
 وہ ہر اک رکابی کو دھوئی ہو کیسا مرے گھر کو رکھتی ہو وہ صفا ستھرا
 وہ میرے لئے لینے جاتی ہے آٹا بڑی دور سے جا کے لاتی ہو آٹا
 پکاتی ہے وہ روٹیاں اچھی اچھی نہیں ہاتھ سے اوسکی جلتی ہو روٹی
 مجھے رات کو ہے سنانی کہانی بہت بچھہ کرتی ہے وہ مہربانی

میرا پیاری سو

(نرسی رانم)

ایک ٹٹو تھا پیاری میرے پاس اوسکو دیتا تھا مین دانہ اور گھاس
 اوسپر چڑھ کر خوب گرماتا تھا مین مبلے اور بازار کو جاتا تھا مین

اسکو کچھ حاجت نہ تھی مہینہ کی اور کوڑے کو نہ دیکھا تھا کبھی
اس کو رکھتا تھا بڑے ارمان سے جانتا تھا اُس کو بڑھ کر جان سے

جگنو

(ایم۔ ایف۔ ٹیس)

بہت کچھ مزہ آ رہا تھا وہاں ہزاروں چمکتے تھے جگنو جہان
پکڑنے کا اون کے نہ پوچھو سمان وہاں دوڑتی تھیں بہت لڑکیاں
دوپٹے کے پلو میں باندھے گئے اندھیرے میں پھون چمکتے رہے
مگر رات بھر کی تھی وہ روشنی سویرا ہوا جب تو پھر کچھ نہ تھی
جو ہاتھ آگئے اونکے جگنو میان تو کیسے اچھلتے ہیں ننھو میان

لڑکا اور شہد کی مکھیاں

(نرسری رائٹ)

حامد! جو دیکھنے میں نہایت ہی نیک تھا وہ سب کھلاڑیوں میں محلہ کو ایک تھا
سوچا یہ اپنی زمین کہ کچھ کام کیجئے سوداگری میں شہد کے بس نام کیجئے

اُس نے بنایا باغ کے نزدیک مکان حسین کہ بہن بھنائی تھیں وقت کھینا
وہ آسرا لگا رہا تھا بس شہد کے لئے تیار جلد ہو کہ اُسے جا کے بیچے

جب مکھیوں نے خوب ہی چھتہ بنالیا اور شہد جب اچھی طرح سے دہ بھر گیا
حاکم دلیں پھر تو بہت کچھ خیال تھا رنگت خوشی سے سرخ تھی، چہرہ بحال تھا

سو چاہیہ لمبیں ہنگ کچھ ایسا نکالیے کچھ اسکے توڑنے کا طریقہ نکالیے
اوڑنے نہ پائیں چھتے بالکل ہی کھینا اور شہد بھی نکال لون اوس سین بگیا

تھے کاٹنے کے اُسکے بدن پر بہت نشا اس طرح مکھیوں نے کیا تھا لہو مان
بے ساختہ وہ دوڑ کے گھر اپنے آگیا وہ شہد کا نکالنا کچھ جانتا نہ تھا

جناب مقناطیس اور بیوی سوئی

(نرسری راٹم)

چلین جو گھر سے کسی کام کو سوئی بیگم
تو مل گئے مکین رستہ میں اون کو مقناطیس
وہ ایک دوسرے سے خوش ہوئے گلے مل کر
نظر میں لوگوں کے جوڑا تھا اک بہت ہی نفیس

ملی نظر سے نظر ایک دوسرے کی جب
 تو آ کے بن گئے آپس میں وہ نہیں جلیس
 ادھر تو بیوی سوئی اپنی دُھن کی تھین پکتی،
 ادھر کشش میں تھے پورے جناب مقناطیس

بدلو (لوہار)

(نرسی رانم)

میرے گھوٹے کے نعل اے بدلو! کیا تو مضبوطی سے لگا دیگا
 جس سے گھوڑے کو چاروں پیر پھین کیل کانٹے کا کچھ نہ ہو کھٹکا

میں لگاؤں گا اے جناب! ابھی کام ہو جائے گا ابھی جھٹ پٹ
 خوب جڑوں کا اوسکو کیلون سے دیکھے تو ذرا مری کھٹ کھٹ

جڑ دیے نعل خوب ہی تو نے خوب مضبوط کر دیا ہے کام
 ہو گئی اب دنوں کو بے فکری ایک مدت کو ہو گیا آرام



برسات اور آندھی کا طوفان

(ڈاکٹر ہنرج ہوفمین)

جب گاؤں کی جانب کو چلا زور سے پانی
اور ہو گئی دو چاند جوندی کی روانی
قصبہ کے تھے جو چھوٹے بڑے لڑکیاں لڑکے
وہ اپنے مکاؤں میں تھے بس کھیلتے پھرتے
محمود نے سوچا کہ چلون گاؤں سے میں بھی
کیسا پانی برستے میں نکلتا نہیں کوئی
جب گھر سے چلا را د میں پانی نے خبر لی
اک ہاتھ میں اپنے وہ لئے لال تھا چھری

پھولوں کو درختوں کے گراتی ہوئی آندھی
چلتی ہے وہ سیٹی کو بجاتی ہوئی آندھی
محمود کی چھتری میں ہوئی بھر گئی آکر ،
اور لے چلی اوپر کی طرف اُس کو اڑا کر
پہکار گیا اوس کا وہ سب چیخ کے رونا
اس زور کی آندھی میں بھلا کون سے سُنتا

بادل کے قریب ادس کو لے جاتی تھی آنہی
اور آگے چلی جاتی تھی اوڑتی ہوئی ٹوپی

کیسی وہ بلند سی تھی جہاں جا کے وہ پہونچا
وہ دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے نہاں تھا
اور اس کی جو ٹوپی تھی وہ اونچی گئی ایسی
گویا کہ وہ پہلے سے زمین پر ہی نہیں تھی
کیا کوئی بتائے کہ کہاں جا کے رہا وہ
ٹھہرا وہ کہاں اور کہاں جا کے گرا وہ
بچوں میں نہ بوڑھوں میں کہیں اوسکا پتا تھا
پھر اوس کو کسی نے بھی نہیں گاؤں میں دیکھا

سورج

(۱۷۷)

تعجب ہے چلا جاتا کہاں ہے رات کو چھپ کر
وہ سورج، جو کہ سارا دن چمکتا رہتا ہے سر پر
یقیناً اس پہاڑی کے وہ تیچھے ڈوب جاتا ہے
اور اس کے ڈوبتے ہی اک اندھیرا کے چھاتا ہے

مین اپنے کام سے جب تھک کے پڑ جاتا ہوں بستر پر
تو پھر یہ جھانختا ہے اوس پہاڑی مین بن ہو کر
سویرے جب کہ مین اوٹھ بیٹھتا ہوں اپنی بستر سے
تو اس کی تیز کر نین پھیلتی ہیں آسمان پر سے

یہ سنتا ہوں کہ جب ہم جا کے سو جاتے ہیں بستر پر
تو رہتا ہے یہ سورج دوسرے ملکوں مین بس جا کر
مجھے امید ہے سورج کی ان چمکیلی کرنوں سے
کہ یہ آنا بھولین گی کبھی دنیا سے پھر جا کے
نہ بھولین گی مری کھر ٹکی سے مجھ کو جھانکتے رہنا
نظر آتی رہیگی مجھ کو ان کی ذات سے دنیا

چاند کی روشنی

(اولڈ ٹرائم)

اے لڑ کو ! اور اے لڑکیو ! آؤ نکل کر کھیلنے
اب روشنی مین چاند کی کیسے مرے ہیں آ رہے
گو یا نکل آیا ہے دن ، ہے صاف ایسی روشنی
پھیلی ہوئی ہے ہر طرف کیسے مری کی چاندنی

تم اپنا کھانا چھوڑ دو ، تم اپنا سونا چھوڑ دو
 تم رونا دھونا چھوڑ دو ، تم گھر کا کونا چھوڑ دو
 تم اور تمہارے دوست ہوں جنگل ہو ، اور سرسبز باغ
 دن ہیں خوشی کے دوستو ! اور ہے مسرت کا سماں
 جلسے کرو جنگل میں تم کھیلو ہنسو بو لو وہاں
 خوش قسمتی سے آگے ، ورنہ یہ دن پاتے کہاں

بیوقوف ہمارے

(نرسری راتم)

تھانا صر بہت سیدھا اور بھولا بھالا
 ملا اوسکو مہلہ میں اک نان بائی
 مجھے اپنی تھوڑی سی روٹی چکھاؤ
 کہا اوس سے ناصر نے سچ ہو کتنا
 نہین ہر مری حبیب میں کوئی پیسا
 مگر اس گھڑی بھوک نے ہر ستایا
 نہین مانا اوس کا کہا نان بائی
 وہ آخر چلا پھلیاں کھیلنے
 وہاں ہو بھی ناکام وہ لوٹ آیا
 بہت مضمحل ہو کے گھر اپنے آیا
 گیا ایک دن دیکھنے کو تماش
 کہا اوس سے ناصر نے سنئے تو بھائی
 کہا اوس نے تم پہلے پسیرتاؤ
 نہین ہر مری حبیب میں کوئی پیسا
 عنایت اگر کچھ کرو تو ہے اچھا
 نہ دی اوس نے روٹی نہ ناصر نے کئی
 یہ سوچا کہ پھلی مرے ہاتھ آئے
 اور اوسکو بہت بھوک نے پھر ستایا
 جو گزرا تھا اوس پر وہ بان کو سنایا

رشیدہ اور دیاسلانی کی خطرناک کہانی

(ڈاکٹر ہنرچ ہونین)

کہنے سے اوس کے کانپتا ہے آج تک جس
جو حادثہ رشیدہ کو بچو بچا ہے اپنے گھر
وائی، اور اوس کی مان جو کین کام کو کہیں
خالی مکان میں کھیلنے چھوڑا اوسے وہیں
کیا زور ہے نصیب پہ گرے بُرا نصیب
ڈبیا دیاسلانی کی تھی مینر کے قریب
گو اوس کی مان گئی اوسے سمجھا کے خوب ہی
اس کو لگایا ہاتھ تو بس جان سے لگی،
مان نے جو کچھ کہا تھا وہ تپھر کی تھی لکیر
لیکن اوسے وہ ماننے والی تھی کب شری
دل میں کہا کہ ”مان نے اوسے منع کیوں کیا
وہ چیز جس سے کام ہر اک کا ہے چل رہا
کیسی دیاسلانیان ہیں سرخ رنگ کی
مجھ کو تو ہے پسند بہت ان کی روشنی

تنہا مکان میں اب مرا گھبرا گیا ہے۔ جی
 آگے کا لطف، دیکھو ان ہی کی میں روشنی
 وہ چٹ چٹاتی ہیں جو رگڑے کسی جگہ
 اور پھیلتی ہے روشنی ان کی سبھی جگہ
 میں تو کبھی نہ مانوں گی اس واہیات کو
 امان تو ان کو خوب جلاتی ہیں رات کو،

تھین بلیان جو پالتو اوس کے مکان میں
 باتیں رشیدہ کی جو پڑیں اون کے کان میں
 چلائیں مل کے ایسی کہ گو نجا تمام گھر
 وہ مارتی تھین زور سے پنچے زمین پر
 بولی میں اپنی کہتی تھین اس طرح وہ سبھی
 ”مر جاؤ گی جو ہاتھ لگایا انہیں کبھی“
 لیکن رشیدہ ماننے والی تھی کب یہ بات
 جب اچھی بات کو وہ سمجھتی تھی واہیات
 ڈبیا دیا سلائی کی وہ دیکھتی رہی
 اور کچھ دیا سلائی ان وہ کھینچتی رہی
 وہ جب چٹک کے ہو گئی روشن، تو دیکھ کر

مارے خوشی کے خوب ہی اُچھلی اُدھر اُدھر
 دیکھا جو بلیوں نے تو افسوس سے کہا
 ”دیکھ اے شریر کام یہ تو کر رہی ہے کیا
 بچوں سے تھپ تھپاتی رہیں وہ زمین کو
 کہتی تھیں وہ کہ آگ ہے، اس کو نہ تم چھوؤ،“

اک یاس ونا امیدی کا آنکھوں میں تھا سمان
 کالر سے جب قمیص کے اُٹھنے لگا دھوان
 دیکھا دیسلانی کا تم نے یہ حال بھی
 جل اُٹھے ایکبارگی بازو بھی، بال بھی
 کوئی نہ آیا، رہ گئی سر کو پٹک پٹک
 اور جل رہی تھی آگ میں وہ سر سے پیر تک
 چلا کے رو رہی تھیں وہ سب گھر کی بلیاں
 لیکن نہ آیا دوس کی مدد کو کوئی وھان
 وہ کھ رہی تھیں، ہم نے تو پہلے ہی تھا کہا
 ”مر جاے گی خدا کے لئے تو نہ یہ جلا“

کپڑوں سمیت ہاے وہ بالکل ہی جل گئی

بازو بھی ماتھ پاؤں بھی، آنکھیں بھی ناک بھی
 اوس کے بدن میں کوئی بھی ایسی نہ چیز تھی
 جو اوس کے ساتھ ساتھ نہ برباد ہو گئی
 ہاں اوس کے جوتے بچ گئے جو دور تھے رکھے
 اوس کے سوا نہ ایک وہاں چیز پائیے
 کیا جانے اپنی جان سے کیا اوس کو بڑھتا
 جب جل چکی تو راکھ کا بس ایک ہی ہیر تھا
 اوس ڈھیر کے قریب ہی بیٹھی تھیں بلیاں
 آنسو تھے اون کی آنکھوں سے بوساختہ روان
 کہتی تھیں، جب کہ آئین گی ماں اور دانی بھی
 کیا اون کا حال ہو گا خدا جانے اُس گھڑی
 روتی تھیں اس قدر کہ نہ آگے بیان میں
 تھا آنسوؤں کا ایک سمندر مکان میں

سورج کا سفر

(آر۔ ایل۔ سٹی دن سن)

کمان ہو تلے سورج اپنے بستر سے خدا جانے
 میں جا کر لیٹتا ہوں رات کو جب اپنے بستر پر

مگر چاروں طرف پھر کر زمین کو کرتا ہی روشن
یہاں بھی اوس کا ہر دن صبح کو ہو جاتا ہی چکر

چمکتے دن میں جب ہم بلغمین میں کھیلتے پھرتے
نہیں بھاتی ہے جب اوس روشنی میں قید تنہائی
تو ہندوستان کے ہر ننھے سونے والے بچے کو
سلاریتی ہے پیشانی کو اوس کی چوم کردائی

مگر جب شام کو میں چار کے پینے کو اٹھتا ہوں
تو کیسی صبح صادق بحر کا ہل پہ ہے ہو جاتی
جہاں اٹھ بیٹھتے ہیں خطہ مغرب کے سب بچے
لباس صبح آکر صبح اون سب کو ست پہناتی

چھوٹی حمیدہ سلیم

(نرسی راف) پر
چھوٹی حمیدہ بیٹھی ہوئی سبز کھاس پر
کھاتی تھی کھن اور دہی روٹیاں وہاں
فور ابی ڈر کے بھاگ گئی کھانا چھوڑ کر
جب اوس کے پاس بیچھ گئیں آکے مکھیاں

پرنڈے، حیوانات، اور پھیلیان

(جان ٹیلر)

کرتے کو جب بلائیں گے آئے گا ساتھ ساتھ
 خرخر کرے گی، پھیریں گے بلی کے سر پہ ہاتھ
 بندر کے گال ہوتے ہیں کس درجہ بد منسا
 بکری کو اشتیاق ہے بس کھیل کود کا
 طوطا بہت ہی ہانکنے والا گیون کا ہے
 لیکن نہیں سمجھتا ہے اوسکو جو خود کے
 چالاک گھوڑا خوب ہی جیتی گا بازیاں
 طرار حسیٹ ہو کے وہ کھینچے گا گاڑیاں
 کھاتا نہیں شور ہے پہاڑوں میں اچھی چیز
 رکھتی ہے چھالیسہ کو گلہری بہت عزیز
 یہ بھیڑیا جو ہے، تمھیں کھا جائے گا ابھی
 جب دیکھو آنکھیں بند ہی رہتی ہیں بازکی
 کوئل ہوا میں گاتی ہے کس زور شور سے
 سنتی ہے جس کو شاما بڑے فکر و غور سے
 ہوتا ہے ہنس گو کہ بظاہر بہت حسین
 لیکن ہے اوسکو ناز کہ جہلے کوئی نہیں

اس سے زیادہ مور میں ہے فخر و ناز کی
 چمکیلی آنکھیں دم پہ ہیں اُس کے لگی ہوئی
 جنگل میں ایسے زور سے ہے شیر چنچتا
 سُن کر جسے ہر ایک تعجب میں آگیا
 ہوتی ہیں کالی اور چمکدار بلیاں
 یا اون کی خاک کی رنگ کی ہوتی ہیں وردیاں
 کو ہاں خوب ہوتا ہے اونٹوں کی بیٹھ پر
 اُلو کوون سے ہوتی ہے نفرت یہ کس قدر
 چڑیا کی ہے خوراک، جو پھل ہیں پکے ہوئے
 ہاتھی کو کہتے ہیں کہ سچہ بوجہ کا وہ ہے
 مینا کے اچھے نغموں نے مشتاق کر لیا
 کوئے کو دیکھتے ہیں کہ ہوتا ہے جلیبا
 چڑیا نے اپنے بچے حفاظت سے ہیں رکھے
 تم دیکھ لو کہ گائے کے کھر ہیں چرے ہوئے
 کیچڑ میں عود بلاؤ بناتا ہے اپنا گھر
 ہوتا ہے لال ایک بہت چھوٹا جانور
 اوس سے بھی قد میں ہوتی ہیں چھوٹی یہ پر بیان
 نازک ہیں سب پرندوں میں دنیا کی تلیاں

پروان کے کسی رنگ کے ہوتے ہیں دھاریدار
 بچوں سے اپنے کرتا حواصل ہے کتنا پیار
 مان باپ کا عزیز جہان میں ہے لقلقا
 ہڈ ہڈ کی چونچ اور پر ندون سے ہر سوا
 ہوتی ہے بے گناہ زمانہ میں فاختہ
 ہے آدمی کے خون کا پیاسا یہ تیندوا
 اور ہے کیو تر دن کو مٹر کھانے کی لگی
 کیچڑ میں کر رہی ہے جو لپ لپ، ہے بڑا ہی
 چوہا پنیر کھائے گا رکھا اگر کھلا،
 جھینگڑ کو دیکھے وہ چلا کو دتا ہوا،
 میاں تا رہتا بھڑکا بچہ ہے ہر گھڑی
 ہوتی ہے مچھلیوں کی بہت سخت کھوپری
 ہوتا ہے راج ہنس سے دل خوش بہت مرا
 وہ سبز گھاس کھیت پہ دیکھو ہے کھا رہا
 جگنو اندھیری رات میں ہے کیا چمک رہا
 قندیل اوس کے دم میں ہے کیسا لگا ہوا
 کچھو کہ جس کی پیٹھ ہے گویا طباق سی
 دیکھو کہ اوسکی کھال بہت سخت ہو گئی،

جرمن مین ہین سوڑ کے شکاری ہزار ہا
 مکھی نے شہد کی ہے بنایا مکان کیا
 سرمایہ جمع کرتی ہین جاڑو کا چوٹیاں
 چھتہ پہ شہد کے ہے بہت ریچھ مہربان
 کیا چونچ ہے عقاب کی سب سے بڑی ہوئی
 گردن مین مستمر یون کی ہے اک شکل طوق کی
 تیتڑ کو بولنا جو کھایا، ہے بولتا
 دانہ پہ مرغ جاتا ہے کیا دوڑتا ہوا
 لڑکے جو جانتے نہیں کچھ ان تمسام کو
 بے فائدہ ٹوڑتے ہین وہ اپنے نام کو
 جلدی سے علم سیکھ کے ہو تو بھی ہوشیار
 بچپن نہ کھو کہ آتا ہے یہ صرف ایکبار

گاے

(جان ٹیلر)

دعی ہے اچھی گاے مجھ کو	شکر تزا کس منہ سے ادا ہو
پیرے کھانے کی فکر ہے رکھتی	کیسا عمدہ دودھ ہے دیتی
شام سو پر سے تچھ سے رہے ملتا	تازہ گرم سپید اور میٹھا

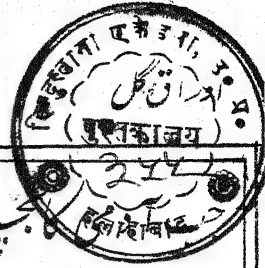
گھانس کے ڈنٹھل زہر کے پونے جو ہن اُگے دریا کے کنارے
 اک روز لگین گے سارے ٹھکانڈے کالے پیلے ہونٹ سے تیرے
 جگنل کے سوکھے تازے پتے سامان ہن سب تیری غذا کے
 اے مری گائے اوس جا جانا سرخ بنفشہ پھیلا ہے جس جا
 بہتے ہن چشمے پانی کے دوب اُگی ہے جس کے کنارے
 تو وہاں جا کر چلنا پھرنا جس سے تیرا دودھ ہوا چھا

لوری

(لارڈ ٹینیسن)

چڑیا کا ننھا بچہ کتنا ہے صبح اوٹھ کر
 اے میری پیاری امان دے تو مجھے اجازت
 ان سبز ڈالیوں پہ پھونچوں میں آج اڑ کر
 میں بیٹھ کر وہاں سے دیکھوں جہان کی وسعت

امان یہ کھ رہی ہے کہ تو نہ ایسی جلدی
 مضبوط پر نہ آئین جب تک کہ بازوؤں پر
 کچھ دن کے بعد بچہ اڑنے لگا جو خود ہی
 دنیا کو دیکھتا تھا ہر سمت پھر پھر اکر



کچھ کچھ لگا سویرے
 مین بھی چلون پھرون اب، امان جو دے اجازت
 آرام کر ذرا تو مان نے کہا یہ اوس سے
 چلنے کی تجھ مین پیارے کچھ بھی نہیں ہر قہر

تیرے بدن مین جس دم قوت ہو خوب پیدا
 چل پھر کے دیکھ لینا دنیا کی ساری وسعت
 آرام کر کے کچھ دن کے بعد اٹھا
 اچھی طرح سے دیکھی اس نے خدا کی صنعت

بھنگا (کیڑا)

(الزنجیر)

نصیب ایک دن بیٹھی ہوئی تھی بات مین خوش خوش
 کہ اتنے مین نظر آیا وہاں اک رنگتہ کیڑا
 نظر پڑتے ہی اُس کے اس طرح وہ چنچ کر بھاگی
 کہ جیسے اُس کو کوئی اُس سے کچھ نقصان ہو چنچا

سنی جب اُس کی مان نے چنچ کی آواز تو دوڑی

سمجھ کر یہ کہ بیٹی کو کوئی صدمہ نہ پہونچا ہو
مگر جب ہو گیا معلوم اُس کو تو وہ پھر بولی
کہ میں بھی تو اُسے دیکھوں نہیں معلوم کیسا ہو

کسی جیب باغ میں ، دیکھا کہ اک کیڑا تڑپتا تھا
تڑپ کر گھس گیا آخر زمین میں خوف کے مارے
نظر سے ہو گیا اوجھل ، نہ پھر اُس کا نشان پایا
مگر اُس سے نصیب کو ملا اچھا سبق باسے

کبھی کوئی نہیں نقصان پہونچاتے ہیں یہ کیڑے
بھلا کیا دانت مارے اور کاٹے گا وہ بیچارا
حماقت ہے کہ بھاگین خوف کھا کر ایسے کیڑوں سے
کہ جس کو جانتے ہیں سب اور اوس کا نام ہر جھنگا

جنگل میں گم شدہ بچے

(۱۷ نم)

مرے پیارو! جانتے ہو کس قدر غم ہوا
وہ غریب الحال بچے جن کا والی ہے خدا

میں نہیں واقف، ہوں جن کے نام سے اور حال سے
گر بیوں میں دیکھا سے جنگل میں ہاں ٹھہرے ہوئے

رات جب ہوئے کو آئی اور سورج چھپ گیا
چاند کو دیکھا تو کچھ پایا نہیں اوس کا پتا
اس اندھیری رات میں اون کا دل غمزدہ دیکھ
اون کی آنکھیں دیکھ اُن کی صورت رنجیدہ دیکھ

ٹھنڈی سسین سے رہی میں پھوٹ کر بہن رو رہی
بیکسی کی موت سے جنگل میں آخر مر گئے
بیکسی کی موت اور جنگل! خداتیری پناہ!
کون ہے ہمدرد! کوئی بھی نہیں، افسوس! آہ!

مر گئے جب وہ تو کین چڑیوں نے یہ ہمدردیاں
اُن کے حال زار پر ہوتے رہے آنسو روان
ان کی ان ہمدردیوں میں آگیا لطف وطن
لاکے پناہ یا! نہیں، جنگل کے پتوں کا کفن

میلا کچھلا اور گستاخاں

(ٹی۔ ایل۔ پکاک)

چھوٹا حامد اس قدر تھا سست اور کاہل و جو
اُس کی نسبت ایک دن یون کہنے والے نے کہا
اُس کے میلے ہاتھ ہیں اور ہاتھ کے ناخن بڑے
اُس کا منہ تک صاف اور ستھرا نہیں دیکھا گیا

دوستوں کو اوس کے ہوتی کس قدر تکلیف ہے
دیکھتے ہیں جب کہ اوس کو گندگی سے وہ بھرا
گو کہ اوس کو صاف اور ستھرا بنا دیتے ہیں وہ
پھر وہ تھوڑی دیر میں میلا کچھلا بن گیا

وہ مغرز محفلوں میں بیٹھ سکتا ہی نہیں
کوئی اچھا آدمی اُس سے کبھی ملتا نہیں
ہر طرف سے پڑ رہی ہے اُس پر نفرت کی لہر
کوئی بتلا دے کہ اس کو صاف دیکھا ہے کہیں

دوستوں کے کہنے سننے کا نہیں ہوتا اثر
 میلے کپڑوں سے مگر اُس کو محبت ہو گئی
 وہ صفائی کی مسرت کو کبھی پاتا نہیں
 اس قدر میلے کچیلے پن کی عادت ہو گئی

ہاں مگر جو نیک لڑکے ہیں وہی ہیں پاک و صفا
 اچھے کپڑے جو پہنتے ہیں تو ہوتی ہے خوشی
 صاف اور ستھرا تو ہر حالت میں رہنا چاہئے
 اُن کے سر پر چتر شاہی ہو کہ یا ہو مجلسی

بے رحم لڑکا

(الزنجیر)

ناصر ایک بے رحم لڑکا تھا کہ جس کو غیر تک
 اُس کے منہ پر کھ گزرتے تھے کہ وہ سے بد نہاد
 اُس کی روزانہ یہ کوشش تھی کہ کچھ جھگڑا کرے
 اور تازہ شیطنت کی آئے اُس کے دل میں باؤ

بلیوں کے مارنے سے اُس کو ہوتی تھی خوشی
 کمال اُن کی کھینچنے میں اُس کو آتا تھا غرا

پھیرتا تھا ہاتھ شفقت سے وہ اُن کی پیٹھ پر
اور خرخر اُن کی سنکر خوب پاتا تھا مڑا

نیک ہونا چاہے گر لڑکا کوئی بچہ ۱ ہوا
اور یہ چاہے کہ مل جائے اُسے اچھا سبق
چھوڑنا چاہے اگر بیہودگی کو اپنی وہ
تو یہ لازم ہے کہ ناصر سے وہ لے پھلا سبق

لوری

(اے نن)

ہے کہانی کا مڑا اُس وقت جب کہ ننھے جسم
ہوں لباس خواب میں بلبوس بستر پر پڑے
اونگٹے بچوں کو لے آتی ہے گھر سی نیند میں
بے تکلف گھر میں سوتے رہتے ہیں شب بھر پڑے

درحقیقت وہ جگمگ دھپپ ہوتی ہے جہاں
دلکشی کے ساتھ دونوں وقت ملتے رہتے ہیں
اس سہانے وقت میں اُس سونے والے شریہ
خوبصورت غنچے لے خواب ساجھتے رہتے ہیں

جب کہ بچوں کی شمار آلودہ آنکھیں نیند سے
 ہو گئیں بھاری اور نرسین انگریز ایاں آنے لگیں
 کالی، بھوری، آسمانی، سرخ آنکھیں بند ہیں
 بیٹھی بیٹھی نیند کی جب بدلیاں چھانے لگیں

منظر ہو کر برابر سے کھڑی ہیں کشتیاں
 تاکہ لے جائیں انہیں جو خواب خوش میں چوڑیں
 اور ملا حون کی آوازوں سے بچے چونک کر
 کشتیوں پر بیٹھنے کے واسطے مجبور ہیں

خوشنما منظر کی جانی کشتیاں جانے لگیں
 نیند کے متوالے بچے اور بھی سونے لگے
 کیونکہ چوون کی تہیں آوازیں سر ملی استفد
 لوریوں کا کام دیتی تھیں وہ ان کے واسطے

جب کہ ملاح نے اُڑوا کر خشکی آگئی،
 ہو گئی تفریح اچھی، ہو گیا طے یہ سفر
 نیند سے اُٹھ بیٹھے بچے سب یہ سن کر جلد جلد
 اور اتر کر کشتیوں سے چل دیے وہ اپنے گھر

راہن

(۱۱۷۸)

سرخ سینہ والی چڑیا نے بنایا گھونسل

ایک ایسے پیڑ پر اندر سے جوتھا کھوکھلا
تھی جو مادہ وہ تو چپ بیٹھی ہوئی تھی اپنے گھر
نر کو تھی ایسی خوشی وہ رات بھر گاتار رہا
چھپون سے ہو گیا ظاہر مسرت کا اثر
اُس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھو اُس کو ہم نوا

ایک دن جب ہر طرف سورج کی پھیلی روشنی

مٹ گیا بالکل اندھیرا جو کہ تھا چھایا ہوا

نرنے بچوں سے کہا، تم آج اڑنا سیکھ لو

کیونکہ اڑنا سیکھنے کا وقت اب چھا آگیا،

یہ کہا بچوں نے، ہاں ہم سب کی کوشش ہو یہی

کاش اس کوشش سے برائے ہمارا دعا

یہ سمجھ لیجئے کہ چھوٹے بن گئیں وہ لڑکیاں

جو سب دریافت کرتی رہتی ہیں ہر کام کا

ہے وہی لڑکی حقیقت میں سگھر جو یہ کھے
 ہاں کروں گی خوب کوشش کام ہو کیسا بڑا
 کچھ دنوں میں وہ نہایت کام کی ہو جائیگی
 اچھی عورت بن کے پاسے گی جہان میں مرتبا



३०



سوم

دنیا کا راک

(گرمل ساؤن)

اک خوشی کا مقام ہے دنیا نغمہ و قرض ہیں جہان برپا
آدمی سب میں ہے وہی اچھا جو کسی کام سے نہیں ہٹتا

دن نکلتا ہے جب تو پاتا ہوں روشنی اور ہو اکی نعمت کو
میٹھے راگون کو خوب سنتا ہوں پوچھے مجھ سے اُن کی لذت کو
بھگو ہوتی ہے کس قدر حیرت دیکھ کر مکھیوں کی صورت کو
بھن بھناتی ہیں اپنے چھتوئیں پا کے وہ صبح کی مسرت کو
بیٹھ کر اس پاس پھولوں کے چوس لیتی ہیں وہ طراوت کو

جب کہ چھجون کے نیچر اڑتی ہیں بولتی جاتی ہیں ابا بیلین

شاخیں کیسی پک سے ہلتی ہیں اور ہل کر زمین سے ملتی ہیں
اور بڑے سے بڑی رپے دھرت ڈالیاں جن کی پڑ گئی ہیں سخت
جس پہ چڑھتے نہیں ہوتے دم ڈر سے تاکہ گر جائیں ہم نہ اوپر سے
کس مسرت سے چل رہی ہے ہوا ٹھہرتی ہی نہیں کبھی اک جا

رات دن کا یہی ہے پس انداز چلی آتی سے اک نہ اک آواز
گیت گاتے ہیں گاڑی کے پچھے اُن کو نعمون کا اک مکان کھئے
گاڑی والے کی سیٹیاں سُن کر دوڑ جاتی خوشی ہے بیلون پر

دو گھڑی گر بس گیا پانی رنگ پودوں کا ہو گیا دہانی
شہد کی مکھیاں ہوئیں گونگی بھن بھنا ہٹ ہی اُن کی دھول
بونہین گرتی ہیں کیسی تپون سے دیکھ لو کھڑکیوں کے شیشوں سے

آگ بن جائے کو لمون کی اگر چائے کی کیتلی رکھیں اُس پر
کوئلے تالیاں بجاتے ہیں چائے کی کیتلی میں گاتے ہیں

یہ خوشی کا مقام ہے دنیا اس میں بچہ ہو یا کہ ہو بوڑھا
سب کے بشاش ہوں خالچہ اور نہ افسردہ ہوں ذرا چہرے

مان کا خواب

(ڈبلیو برنس)

جب رات کو میں سوئی میں نے وہ خواب دیکھا
جس نے کہ میرے دل پر بے حد اثر ہے ڈالا

وہ خواب جو کہ مجھ کو غمگین بنا رہا ہے ،
 وہ خواب جو کہ مجھ کو اب تک لارہا ہے
 میرا وہ چھوٹا بچہ ، جس نے کہ مجھ کو چھوڑا
 اور مان کی مانتا ہے جس نے کہ منہ کو موڑا
 جنت میں جا کے اُس کی رونق بڑھا رہا ہے
 اور اُس کی یاد میں دل مجھ کو رُلا رہا ہے
 یعنی وہ میرا لڑکا ، جو میرا لاڈ لا تھا
 کن کن مصیبتوں سے اتنا بڑا ہوا تھا
 تھا جس کی زندگی سے کیسا سراغ مجھ کو
 افسوس دے گیا ہے وہ کیسا داغ مجھ کو
 خواب

طے کر چکی سحر جب میں اونچے آسمان کا
 بچے کو اپنے میں نے اُس آسمان پہ ڈھونڈا
 آئے تھے باری باری اچھے زمین بچے
 تھے کیسے خوبصورت کیسے حسین بچے
 اون کا لباس کیسا نیلوفر سی تھا اچھا
 روشن چراغ گو یا ہر ایک کے ہاتھ میں تھا
 ہر اک کو میں نے دیکھا وہ کس قدر حسین تھے

چپ چاپ آ رہے تھے کچھ بولتے نہیں تھے

جب تھوڑی دیر گزری تب آیا میرا لڑکا
وہ میرے دل کا ٹکڑا، آنکھوں کا میری تارا
گو اُس کا پیارا پیارا چہرہ کھلا ہوا تھا
لیکن چراغ اس کا بالکل بجھا ہوا تھا
وہ میرے پاس آیا اور آ کے مجھ کو دیکھا
جب آ کے مجھ کو دیکھا اک آہ بھر کے بولا
ہاں غم کے آنسوؤں نے ٹھنڈا اسے کیا ہے
میرا چہرہ امانِ تم نے بجھا دیا ہے
دل میں نہ لاؤ ہرگز بہنِ جتنے غم کے پہلو
بس میری پیاری امان، تم پونچھ ڈالو آنسو
امان کبھی حصارِ اتم میں غم نہ کرنا
اور یاد کر کے مجھ کو آہیں کبھی نہ بھرنا

چالاک اختر

(زسری ماٹم)

سنا! اختر تھا اک چالاک لڑکا زمانہ بھر کا تھا بیباک لڑکا

یہ ٹھانی اُس نے دھین باتی چلے ذرا لندن کی چل کر سیر کیجے
وہاں موقع ملے تو مین کماؤن کماؤن اور جی بھر کے اڑاؤن

ارادہ ہو گیا جب ل مین پکا سنبھالی اپنی خورجی اپنا ڈنڈا
سنا کرتا تھا وہ لوگوں سے اکثر کہ لندن کے ہر اک کو چے کے پتھر
بہت ہی ٹھوس سونے کو بنے ہیں زمین پر وہ صفائی سے بڑے ہیں

بہت مارا پھرا بیچارہ لڑکا بہت کچھ پتھروں کو اُس نے دھونڈا
بالآخر ہو گیا مجبور تھک کے وہاں پتھر کمان سونے کے ملتے
ہوئے اس درجہ بھولا ساری شنی نکیلے پتھروں سے پاؤں زخمی

بہت کچھ اُس کو تھا افسوس اس کا ہوا جب ٹھٹھے ٹھٹھے اُس کا جوتا
تو اُس کو لے گیا اک نان بانئ تھا اُس کا کام دوکان کی صفائی
قرینہ سے جمانا کر سیون کا بھرے برتن اکھٹے کر کے دھونا

امیروں کے تھاز مرہ مین گو اختر تجارت سے تھا دو ہمت مند سب گھر
مگر تھی اُس کی قسمت مین بُرائی برابر تاؤ کرتا نان بانئ
حقارت سے یہاں تک اُس کو کھا کہ وہ خود کو سمجھتا تھا ختم سا

ہوا برتنا و اُس سے وحشیانا تو اُس نے بھی پھر اپنے لمہیں ٹھانا
 کسی صوت یہاں سے بھاگ جان اور اس کمخت سے جان کو بچاؤں
 سویرے باندھ کر وہ اپنا سامان چلا وہ کیوں نہ جاتا۔ تھا پریشان

اُسے منظور تھا آرام لینا وہ اک ایسی جگہ پیچھے رہ بیٹھا
 جہاں چاروں طرف تھے سبز بوک وہ پودے خوب پھولوں کے لدر تھے
 سین گھنٹوں کی آوازیں نہاں پہ بچے تھے جو کہ اک آواز ہو کر

اُسے آواز دی گھنٹوں نے ملکر کہ واپس جا یہاں تو کیوں مضطر
 ابھی نقصان زیادہ کچھ نہیں ہے یہ ممکن ہو کہ اس سے بڑھ کر ہو
 بہت جلدی ہو وہ دن آنے والا کہ تو لندن کا اک افسر بنے گا

سنے اختر نے جب یہ لفظ سنا کہ ہوئی دل کو تسلی اُس کے بارے
 ہوا واپس مگر یہ دل میں سوچا کہ وہ اُس وقت تک گھر میں رہے گا
 کہ جب تک رنگ کچھ قسمت نہ لائے زمانہ میں وہ اچھے دن نہ پائے

تھی اُس کے پہلے کچھ سی بی جو اُس کو ساتھ ہی تھی کھانا کھاتی
 بڑے ارمان سے رکھتا تھا اُس کو وہ بڑھ کر جان سے رکھتا تھا اُس کو

اُسی بلی سے یہ اسید بھی تھی بہت کچھ فائدہ وہ اس کو دیگی

وہ دریا کے سفر میں جا رہا تھا وہاں ہمدرد ایسا ہاتھ آیا
کہا اُس نے کہ بختے ہیں بیان پر انہیں یہ چاہئے کھانے پہ جا کر
نہ بھولیں یہ کہ اک بیکس مسافر ہمارے ساتھ ہے افسردہ خاطر

اُتر آئے وہاں کے لوگ سارے کیشتی لگ گئی جس مکنارے
مسافر جب کہ آبادی میں پہنچے تو دیکھا اُس جگہ جو ہے بہت تھے
پریشان ہو رہے تھے شہر والے مصیبت اُن سے ٹلتی تھی نہ ٹالے

پریشانی میں ہر اک مبتلا تھا جسے دیکھو وہ اُن سے ڈر رہا تھا
نہیں تھی شاہ کے نزدیک بلی نہ بلی کے علاوہ چیز ایسی
کہ جس سے یہ مصیبت دور ہو جائے بلا جو سر پہ ہے کافور ہو جائے

گئی جب شہر میں اختہ کی بلی تو اُس نے زیادتی چوہوں کی دیکھی
پکڑ کر اُس نے سب کو مار ڈالا ہوا بلی کا بھر ہر ایک شہیدا
کہا یہ شاہ نے میں اس کو لون گا جو قیمت مانگے گا وہ اس کو دوں گا

لگی جب ہاتھ اختر کے یہ دولت تو یہ سوچھی اُسے کبھی تجارت
تجارت اُس نے کی نہ خوب پیلی لگا کرنے وہ دن دہنی ترقی
تجارت سے ہوئی تبدیل قیمت ہوئی دنیا کے ہر حصہ میں شہرت

ملا محنت کا ثمرہ خوب اُس کو بنا ہے اک مغر ز شخص اب تو
بہرا ہے سونے چاندی سے خزانہ سمجھتے ہیں اُسے اب لوگ دانا
صلہ ایمان داری کا ملا ہے اسی کا اس قدر تہہ بڑا ہے

تھی اُس عالم کی کنوارھی ایک لڑکی اُسے اختر کی حالت سے خبر تھی
اُسے دل سے پسند آیا تھا اختر اُسے دل سے بہت بھایا تھا اختر
ہوئی اُس لڑکی سے اختر کی شادی ملی پھر اسکو گویا بادشاہی

صداؤں کے نئے اپنے کیا ہی سچے نجومی تھے مگر لندن کے گھنٹے
وہ پہلا شخص تھا لندن میں افسر کہ جس کا نام تھا ہراک زبان پر
خطاب اس کو لے پھر اچھے اچھے
شاگرد ہوئے پھر اچھے اچھے

مجمول نصیرہ

(نرسری رانم)

نصیرہ ، ایک لڑکی کام سے تھی بھاگنے والی
زیادہ کھیل مین رہتی تھی وہ ہر وقت متوالی
بہت ہی دن چڑھے پر کام کرنے بیٹھتی کبھی
ادھر وہ شام ہی سے پڑھ کے سو جاتی تھی بستر پر

یہ لڑکی ایک پتھر سے لگائے تکیہ سوتی تھی
ہوئی شام اور دہن سونے کی اُسکو روز ہوتی تھی
مگر باورچی خانہ اُس کا اب تک تھا بہت میلہ
ادھر وہ کام تھا اُس کا جہان چار دن طرف پھیلا

ڈرانے والی اک آواز پر سوتے سے وہ چونکی
جو دیکھا تو اسے اک روح وان بیٹھی نظر آئی
جہان پر لکڑیاں رکھی تھیں ، تھا کوئی وہاں بیٹھا
نظر آتی تھیں اس کی آنکھیں جیسے سُرخ انگارے

وہ بولی اس طرح آنکھیں دکھا کر سُرخ سُرخ اپنی
صفائی اب تو رکھنی چاہئے باورچی خانہ کی،
اوسے دن سے نصیرہ پڑ گئی بیمار، پر دیکھا
کہ صاف آئینہ کے مانند کل باورچی خانہ تھا

راہن

(زمری راہن)

ایک چڑیا پیر کی ڈالی پہ تھی بیٹھی ہوئی
اُس نے چڑیوں کو یہ دعوت دی، نسائیں سرخ نشی
اُس کی یہ خواہش تھی، چڑیوں کی ہٹاے انجمن
اور اُس میں ہو ہر اک عیش و خوشی سے نغمہ زن

رات جب آئی، تو سب نے مل کے کھانا کھا لیا
جام صحت سب نے اس کا متفق ہو کر پیا
مہربانی اور عنایت پر ہوئی اُس کی خوشی
نعرہ ہائے خرمی سے اُس کی ہمت بڑھ گئی

ایک بلی سن رہی تھی نعرہ ہائے خرمی
جو کہ نیچے پیر کے بیٹھی ہوئی خاموش تھی

اُس نے یہ سوچا کہ کیا ہے شور کرنے کا سبب
پیڑ پر چڑھ کر کرول نازل میں چڑیوں پر غضب

جیسوی دیکھا کہ بلی کا ہوا نازل غضب
جا کے اُس چڑیا نے سب سے کہا رخصت ہو اب
کیجئے جلدی جہان تک ہو سکے اُس نے کہا
سب کی سب رخصت ہو مین جلسہ مین برہم ہوا

سندریلا کی کہانی

(دوسری رات)

اک بڑے سے شہر میں رہتا تھا اک تاجر بڑا
روپیہ پیسہ بہت تھا اور بہت کچھ مرتبا
کچھ دنوں میں اک حسین عورت سوشادی اُن کی
نھی گذرتی عیش اور عشرت سے اُن کی زندگی
مر گئی تھوڑے دنوں کے بعد وہ عورت مگر
خوبصورت اور چھوٹی ایک لڑکی چھوڑ کر
اُس نے پھر اک دوسری عورت سے شادی اپنی کی
جو نہایت غصہ ور تھی، اور پھو ہڑ بھی بڑی

کچھ دنوں میں اُس سے پیدا ہو گئیں دو لڑکیاں
 تھیں طبیعت میں وہ ایسی ہی کہ جیسی اُن کی ماں
 اپنی متویلی بہن سے ان کو نفرت تھی سوا،
 نام جس کا دوسری ماں نے تھا "سنڈریلا" رکھا
 سارے گھر کا کام کرتی تھی وہ لڑکی بنصیب
 مار بھی کھاتی تھی سارے گھر کی وہ لڑکی غریب

اک بڑے پیمانہ پہ دعوت تھی حاکم کے یہاں
 جس میں "سنڈریلا" اور اُس کی بہنیں بھی تھیں مہمان
 گو کہ سارے گھر کی خواہش تھی کہ وہ گھر میں ہے
 اور ماں کی طرح سے کام سب گھر کا کرے
 لیکن اک اچھی پری اُس کو اڑا کر لے گئی
 اور اُس کو شیشہ کا اچھا سا جوتہ دی گئی،

دیکھا "سنڈریلا" کو شہزادہ نے جو بے حد حسین
 یعنی ایسا حسن، جو تھا ساری محفل میں بہین
 اوس پہ عاشق ہو گیا وہ، اُس پہ شیدا ہو گیا
 رات بھر سات اُس کے خوب ہی نا چاکیا

بارہ بجتے ہی وہ فوراً اپنے گھر میں آ گئی ،
جو پریمی نے اُس کو کی تھی وہ نصیحت یا دتھی

دوسرے دن بھی وہاں تھا رقص ، سارا گھر گیا
رات بھر اُس رقص سے ہر ایک کا دل خوش ہوا
اور ”سنڈریلا“ پہ تھی جو شاہزادی کی تھیں
ساتھ اُس کو لیکے وہ ناچا کیا بس رات بھر

نام اُس کا کوئی لے کس سے میں خواہش کروں
وہ کہاں رہتی ہے ، کس کی لڑکی ہے کس سے سنوں
تھے مگر سب اجنبی ، کوئی نہیں تھا جانتا
نام لینا تو کجا ، صورت سے تھے نا آشنا

بارہ بجتے ہی وہ ایسی بھاگی سر پہ رکھ کے پاؤں
اپنا جوتہ بھی نہ یاد آیا کہ میں اوس کو اٹھاؤں
اُس کا جوتہ شہزادے نے اٹھا کر رکھ لیا
دوسرے دن شہر بھر میں ہر طرف وہ لے گیا
اور کہتا تھا کہ جس کے پاؤں میں ٹھیک آئے گا
عمر بھر تک ساتھ لے اُس کا میرا ہو جائے گا

اس کی بہنوں نے بھی کوشش کی کہ ٹھیک آجائے وہ
 جس کے ٹھیک آجائے وہ، شہزادے کو پا جاوے
 اڑیاں تک چھل گئیں اور پاؤں تک زخمی ہوئے
 پر نہ آنا تھا، نہ آیا وہ برابر پاؤں کے،
 جب کہ ”سٹڈریلا“ نے اپنے پاؤں میں پینا اوکھڑا
 پیر میں ٹھیک آگیا لڑکی کے بے کوشش کئے
 اُس کی بہنیں دم بخود تھیں، اور تعجب تھا انہیں
 یہ ہے کیا قصہ، یہ ہے کیا ماجرا، کس سے سنیں

شاہزادے نے سنا جب تو بہت ہی خوش ہوا
 اور ”سٹڈریلا“ کو پاس اپنے بلا کر رکھ لیا
 کچھ دنوں میں اس کی کیسی دہوم سے شادی ہوئی
 کس قدر عیش و خوشی سے خانہ آبادی ہوئی
ایک لاپچی لڑکا

(الزبتھ ٹرنر)

اک لاپچی تھا لڑکا محمود، جو کہ دن بھر
 رہتا تھا کھاتا پیتا، حیران تھا اُس سے سب گھر

بھرتیا اپنے منہ میں وہ گوشت اس فتد تھا
 جو دھچکتا تھا اُس کو کرتا تھا اس غصہ
 روٹی نہ دے جو کوئی، اُس کو کتاب دیدے
 رکھ دیتا تھا وہ فوراً اُس کو خراب کر کے
 جلتا تھا کس قدر وہ، آتا تھا کیسا غصہ
 کھالیتا تھا اٹھا کر کوئی اُس کا سٹرٹہ،
 روٹی پہ یوں تھا گرتا، جیسے ہو سخت بھوکا
 اک ہاتھ میں نوالہ، اک منہ میں ہے نوالہ
 کھا جاتا تھا وہ اگر کھانا ہو گو سیکا،
 سارے محلہ میں وہ مشہور لاپچی تھا
 کھویا ہوا حلوہ (پڈنگ)
 (الزبتھ ٹرنر)

شریفین ایک دن کھانے پہ بیٹھی اس طرح آکر
 کہ اُس کی حرکتوں سے ہو گیا ناراض سارا گھر
 شرارت کر رہی تھی اور اچھلتی کودتی بھی تھی
 سلیقہ سے جگہ پر اپنے وہ آکر نہیں بیٹھی
 نہیں پرواہ کی اُس کی کہا جو اُس کی امان نے
 غضب کی شوخیان دیکھو بھری تھیں اتنی سی جان میں

ادھر وہ بھاگتی پھرتی تھی اپنا چھوڑ کر کھانا
 اُدھر مان یا پ اُس کے کھا رہی تھی میٹر پر کھانا
 جو دیکھا گوشت کے پیالے اٹھائی رکھ دیا حلوہ
 تو بیٹھی اپنی کرسی پر اسے مرغوب تھا حلوہ
 جب اُس کی مان نے یہ دیکھا تو اپنی دلمین سیو چا
 کہ اُس کی کیجئے اصلاح جو اطوار ہیں بے جا
 شریفین کی نگاہیں پڑ رہی تھیں جب کہ حلوے پر
 تو اُس کی مان نے اُس کو کر دیا واپس بن ہنس کر
 شریفین کو نصیحت کا تو آخر مل گیا حلوہ
 اگرچہ اٹھ گیا تھا میٹر سے آیا ہو حلوہ

سُر نو پڑی

(اے نن)

اُس مسخرے چھوٹے آدمی کو مین جانتا ہوں شریر ہے جو
 خاموش ہے یوں کہ جیسے چوہا چپکے سے شرارتیں ہے کرتا
 صورت نہیں دیکھی کو کسی نے تب بھی اُسے ہم تو مین سمجھتے
 توڑی ہے اسی نے تور کالی پھاڑی ہیں کتا ہیں اس نو میری
 البینوں کو دور پھینک دینا کرتوں کے مٹن کمال لینا

دروازہ کو کھول کر ہلاتا، اور اُس کو ہمیشہ کھٹکھٹاتا
ہم تیل جو ڈالتے ہیں سرین یہ سب ہی اُسی کے توازن ہیں
رکھ دیتا ہے کیسی لکڑیاں نرم ہوتی نہیں جس سے کیتلی گرم
کچڑ میں بھرے قدم ہیں کتنا ہو جاتا ہے فرش جس سے سیلا
دیتا ہے جو کاغذوں کو پھیلا اوپر سے انہیں اُچھاں دیتا
یہ کوئی نہیں، وہی ہیں حضرت ہر چیز میں کرتے ہیں جو شرکت
انکھوں سے نہیں ہیں ایسے اندھی چھوڑیں جو ہوا کے موتے پر دے
سیاہی کو گرا دین ہم زمین پر جو تون کو نہیں رکھیں برابر
یہ سب ہیں وہیں تو کرتے جاتے لیکن نہیں سامنے ہیں آتے

فائن مسئلہ

(اولڈ سانگ)

معتدل موسم میں کسی لطف کی ہر زندگی خوبصورت گاؤں میں رہنے لگے گا آدمی
چل رہی ہے صبح کو پاکیزہ اور ٹھنڈی گیہوں کو کھیتوں میں چلنے سے ملا کیسا مزا
خوبصورت پھول کو پودوں کی ہونچھلوان اور چراگا ہونچھلوان کی بنی ہو گیاریاں

گاؤں میں رہنے سے انسان ہر گھڑی مسرور اسی اچھی زندگی اُنے بہت ہی دورے
جو کہ آبادی میں ہیں اونچو مکانات کو لیکن جنگلی میٹائی ہی ہر دربار میں فرش زمین

صبح ٹھٹھے سی اٹھایا ہاتھ میں بل چل پڑے
 شام تک فارغ ہو گھنٹوں کے پیدل چل پڑے
 رات کو بھڑون کی باندھاسب اکھڑ ہو گئے
 اپنی سونے کیلئے بستر بچھائے سو گئے

دوسرے دن صبح کو ان کو جگاتی میں پڑا
 دیتی میں آواز بھڑون کر گئے کی گھنٹا
 چھپاتی پھرتی میں چڑیاں ہو کیا لکڑیاں
 بوجھ سے انکو جھکی پڑتی میں نازک ڈالیاں

لومڑی

(نرسری راتم)

ستاروں سے بھری ہو کج کی رات
 بہت اتون میں آلی چاندنی رات
 کہا یہ لومڑی نے آج چل کر
 ذرا دیکھ آئے قصبہ کے سب گھر

ہوئی جب لومڑی قصبہ میں داخل
 تو یہ دیکھا کہ سب کے سب میں غافل
 مگر اک گھر کا دروازہ کھلا ہے
 وہاں اک بنس بیچارہ کھڑا ہے
 کہا یہ لومڑی نے اُس سے جا کر
 نکل آئے ہو تم کیون آج باہر
 مگر میری محبت کھینچ لالی ،
 بہت دن میں ہوئی تم تک سالی
 بنی ہو نہیں تمھاری میہمان آج
 چباؤں گی تمھاری ہڈیاں آج
 سنا جب بنس نے بھاگا وہ سدا
 جہاں ڈھیر اک طرف کو گھاس کا تھا
 کہا یہ لومڑی نے اب نہ بھاگو
 ادھر آؤ ذرا تم پاس بیٹھو

تمہیں میں پیچھے پہ اپنی بٹھا کر دکھاؤں گی یہاں کے خوب منظر
چلو تو دو گھڑی قصبہ سے باہر اُسے دیکھو جو دکھلائے مقدر
وہ ہنس ہنس کر یہ باتیں کر رہی تھی کہ گھر والے کی عورت جاگ اٹھی
اٹھی اور اٹھ کے سارے گھر کو بچھا اور اُس نے سر کو گھڑکی سے نکالا
کہا چلا کے شوہر سے، اٹھو اب وہ دیکھو ہنس میرے مر گئے سب
کہاں سے دیکھ پاؤ لو مڑی نے مرے سب ہنس کھائے لو مڑی نے
اٹھا شوہر، چلا پستول بھر کر بھری پستول ماری اُس کے سر پہ
وہیں کی ہو گئی پھر کچھ نہ بولی بڑنی جو لو مڑی کے سہ پہ گولی
کہا اُس نے کہ بالکل مر گئیں تم ستم اس زندگی میں کر گئیں تم
نہیں پہونچاؤ گی صد مہ کسی کو نہ ہو گا تم سے اب شکوہ کسی کو

ایک انداز لڑکے

(الزبتہ ٹرنز)

حامد و ناصر تھے اک تفریح گاہ میں کھیلتے ،
اتفاقاً گیند حامد کی پڑی جو زور سے
اُس سے ٹوٹا کانچ اک کھڑکی کا تفریح گاہ کے
خوف سے بھاگے نہیں گواپنے دل میں ڈر گئے
کانچ کے ٹکڑے اٹھا کے دونوں کو دونوں چلے
پاس تفریح گاہ کے مالک کے اُس کو لے گئے

سارا قصہ کہہ سنایا ، اور جو کچھ پاس تھا
 کا پچ کی جو کچھ تھی قیمت اُس کو وہ کر دی ادا
 پیارے بچو ! اگر پڑے تم پر بھی ایسا ہی وبال
 تو یہ لازم ہے ، رہے ایمان داری کا خیال
 چاہئے رکھنا تمہیں احسن لائقِ جرات کا خیال
 حامد و ناصر کو تھا جس طرح عزت کا خیال
گرمی کا بستر

(آر۔ ایل۔ اسی۔ ون۔ سن)

اُٹھ بیٹھتا ہوں میں تو جاڑوں میں رات ہی سے
 ہوتی مجھے خوشی ہے تاروں کی روشنی سے
 آتی ہیں گرمیاں جب ، تب دن ہی سو میں جا کر
 کمرے کو کھولتا ہوں ، لیتا ہوں اپنا بستر
 بستر پہ اپنے جا کر میں دیکھتا ہوں ہر دم
 چڑیاں اُچک رہی ہیں پیڑوں پہ شاد و خرم
 آوازیں سن رہا ہوں پاؤں کی اُن کے کیسی
 جو لوگ ہیں گذرتے اوس دم گلی سے میری
 کیا کچھ نہیں ہے ہوتی دل پر مرے گرائی ،
 ہوتا ہے آسمان جب صاف اور آسمانی

ہون کھیلنے کو دن بھر دل سے پسند کرتا،
سوتا نہیں ہون بالکل، دن یوہین ہے گزرتا

چینی کا برتن

(الزبتہ ٹرنز)

صنو براپنے کمرے میں جھکائے بیٹھی تھی گردن
تھا اُس نے توڑ ڈالا ناخوبصورت چینی کا برتن
چھپا کے اُس کو آتش دان کے اوپر رکھا اُس نے
ڈری وہ کس قدر جی میں نخل جانے پہ کمرے سے
نخل جاتی اگر وہ اپنے کمرے سے تو کیا ڈرتھا،
گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ اُس کا دست گھڑتھا
دوبارہ پھر خیال آیا اُسے وہ کیوں چھپاتی ہے
چھپانے سے بُری باتوں کے ولین نفرت آتی ہے
خیال آتے ہی اُس نے واقعہ سب کہدیا مان سے
وہ مان جو چاہتی تھی اپنی لڑکی کو دل و جان سے
خطا پیشم پوشی کیوں نہیں کرتی کہ وہ مان تھی
حقیقت میں وہ اُس کی ساری باتوں کی گمان تھی
ہوئی خوش راست بازی سے خطایہ بخشدی اُسکی
اُسی دن سے محبت اُس کے دل میں بڑھ گئی دنی

لڑکے کا فیصلہ

(رک مین بارک)

سپاہی پولیس کا بنون گامین اکدن اگرچہ ہے چھوٹا بہت ہی مہربان
رہیگا نہ اک چور بھی پھر تو باقی شرابی رہیں گے رہے گا نہ ساقی

بہت خوش رہوں گا مین بنکر قصائی بتاؤں گا چھروں کی اپنی صفائی
بھرون گا مین پاتھوں کی بیلون کے خون وہ ڈر جائیں گے دیکھنا میری ہون سے

اٹھاتے ہیں محنت بہت مچھلی والے سپاہی کو بین جان کے اپنی لالے
لوہاری کا پیشہ بھی ہی کیا نکمّا کہ ہر وقت رہتا ہے آنکھوں کا رونا

مزاریل گاڑی پہ ہے نوکری کا ڈرا سور مین جا کر بنون گا اسی کا
مین دوڑوں گا اچھلون گا گاڑی کے اند چلاؤں گا اُسکو مین سیٹی بجا کر

غروب ہونے والا سورج

(ایف، اے، دیٹرے)

پھاڑی کے اُس پار سورج گیا ہے وہاں جا کے وہ بادلوں میں چھپا ہے
کہا ایک لڑکے نے یہ مسکرا کر اسی طرح وہ کھاتا رہتا ہے چکر

چلین گھونسلون کی طرف اڑ کر چڑیا دوبارہ بنے پھول کملہ کے کلیان
نہ اک روز سو سوج نے آرام پایا نہ اُس کو کبھی اونگتے ہم نے دیکھا

ضرورت ہے، شخص لے اپنا بستر بغیر اس کے زندہ رہے گا وہ کیونکر
ہر اک شخص کو چاہئے روز سونا کہ سونے سے آرام بھٹے خوب ملتا

یہ سن کر کہا ایک لڑکی نے امان! فرے سے پڑی سوتی ہیں میری گڑن
اگر دیر تک شام کو ہوں جگاتی تو اُن کو سویرے ہوں بیمار باقی

حمیدہ کی بھڑین

(زسری راٹم)

کھو گئیں بھڑین حمیدہ کی تو وہ مغموم ہے
وہ ملین گی کس جگہ اُس کو نہیں معلوم ہے
اُن کو تنہا چھوڑ دو، وہ اپنے گھر آ جائیں گی
اپنے بچے بھی وہ اپنے ساتھ لے آئیں گی

جب کہ سوتی تھی حمیدہ پڑ کے گھری نیند میں
اوس نے اکثر خواب میں دیکھا ہے میاؤں انہیں

نیند سے جب جاگ اٹھتی تھی تو پھر کچھ بھی نہیں
اُس کی بھیڑیں جنگلون میں تھیں ابھی تک چرین

اُس نے اپنے جی میں اچھی طرح سے یہ ٹھان لی
جنگلون سے ڈھونڈ کر اُن کو نالے گی ابھی
اُس نے بے شک پالیا اُن کو گرجی تھا اُس
کیونکہ بھیڑوں کے تھے جو بچے نہ تھے وہ اُنکے پاس
گم شدہ گڑیا
(سی کنگس ے)

تھی میرے پاس اک دن کیسی حسین گڑیا
دنیا میں تو نہ ہوگی ایسی حسین گڑیا،
گال اُس کے تھے گلابی رنگ اُس کا تھا شہابی
بال اُس کے کالے کالے صورت تھی انتخابی

میری غریب گڑیا گم ہو گئی تھی کیسی،
نیچے گلاب کے مین جس روز کھیلاتی تھی
چھ دن سے اُس کے غم میں مین جان کھو رہی تھی
معلوم کچھ نہیں تھا کس جا وہ سو رہی تھی

میری غریب گڑیا پہ بھر مجھ کو مل گئی تھی
 نیچے گلاب کے پین جس روز کھیلتی تھی
 کہتے ہیں لوگ، اُس کا چہرہ مثل گیا ہے
 اور اُس کا رنگ و روغن سارا بدل گیا ہے

باز و کھل گئی ہیں پیروں سے اپنے گائین
 مارون گی ان کو جا کر، چرنے کو تو وہ آئین
 دیرینہ خدمتون کے باعث ہے مجھ کو پیاری
 دنیا میں سب سے بڑھ کر صورت ہے اُسکی اچھی

بچے کے سوال کا جواب

(ایس۔ ٹی۔ کالریج)

کیا کبھی ہیں چڑیاں تم پوچھتے ہو مجھ سے
 کہتے ہیں ہم محبت، کہتی ہیں سب یہ مل کے
 جاڑون کے دن میں جب کہ ہوتی ہوا ہے ٹھنڈی
 ہوتی ہے اُن دنوں میں خاموشی اُن پہ چھائی
 میں یہ نہیں سمجھتا، وہ کھ رہی ہیں کس سے
 اک راگ سن رہا ہوں جو گارہی ہیں مل کے

جب خوشگوار موسم آتا ہے پھول لے کر
 جو سبز پتیوں میں کھلتے ہیں بن کے جھومر
 گاتی ہیں مل کے چڑیاں کرتے ہیں ہم محبت
 چند دُل کی خوشی سے بھر پور ہے طبیعت
 موسم بہار کا ہے، چھیڑ خوشی کی باتیں،
 باتیں بھی وہ، کہ جس سے کٹ جائیں پوری تین
 گاتی رہیں گی چڑیاں، کرتے ہیں ہم محبت
 دل میں بھری ہوئی ہے اس فصل کی مسرت

گڈریا

(ڈبلیو بلیک)

گڈریے کو قسمت ملی کیسی باری
 وہ کر دیتا ہے صبح سے شام بالکل
 کہ دن بھر کے کانٹوں بہت نہاری
 نہیں اُس کو ملتا ہے آرام بالکل
 پہاڑوں کے اوپر پھاڑوں کو نیچے
 پہاڑ بات اُسکی نہایت کھری ہے
 وہ سنتا ہے آواز ہر اک کی دل سے
 بہتے ہیں معصوم بھیڑوں کے بچے
 محبت کا راگ اُسکے جس جس نے گایا
 بہت اُن کی وہ کرتا رہتا ہی خدمت
 وہ کرتا ہی بھیڑوں کی اپنی حفاظت
 حقیقت میں اُن کا نصیب بڑا ہے
 کہ پاس اُن کو اُن کا گڈریہ کھڑا ہے

بچپن کی خوشی

(ڈبلیو بلیک)

مجھے کوئی پچانتا ہی نہیں ہے
مرے نام کو جانتا ہی نہیں ہے
مرا نام ہے بچپن کی مسرت
شگفتہ مجھی سے ہے بچوں کی لہرت
میں ہوں خون کے ساتھ پھرتی نہیں
تر و تازگی ہے مری اس چمن میں
کبھی کھل کھلا کر ہنساتی ہوں بچے
کبھی آکے میں مسکراتی ہوں بچے
کہیں اُن کے سُنہ پر ہنسی بن گئی ہوں
کہیں اُن کی مین گلدی بن گئی ہوں
اُچھلتے ہیں اور کودتے ہیں جو بچے
یہ میرا سبب ہے جو گراما ہے ہیں
غریبوں کے بچوں کو بہلا رہی ہوں
مگر ہے مری زندگی مختصر سی
میں بچوں ہی کے واسطے آئی ہوں
انہیں کے سبب ہے میری ولادت
لڑکپن کے ہمراہ جاتی ہوں میں بھی
جوان ہو گئی وہ، تو پھر میں ہوں نصرت
چلا کر لڑکپن نہیں میں ٹھرتی

چھوٹا سفید کنول

(سیکڈ انڈ)

کنول کا پھول سورج نے کھلایا وہ اُس نے سر کو پانی سے اٹھایا
 دامن کی طرح سے آراستہ ہے کنول کا پھول کیا پرستہ ہے
 چمکتی ہے سفیدی اُس میں کیسی ہوا ہے سارا پانی آج چاندی
 لگے ہیں ہر طرف چاندی کے گچھے نگاہوں میں کچھو جاتے ہیں کیسے
 کبھی ہے رنج سے سر کو اٹھاتا کبھی آنکھوں سے آنسو بہے بہاتا
 پرستاروں سے ہے جب کہ پانی سوا ہوتی ہے ندی کی روانی
 یہ بھر لیتا ہے اُس سے اپنی پانی نہیں رہتی ہے پانی سے وہ خالی
 جلا سکتی نہیں سورج کی تیزی رگوں میں اسکے طاقت ہو کچھ ایسی

بلی

(شیلہ)

مصیبت میں بھنپی تھی ایک بلی بہت ہی اُس کو سرفرت پڑی تھی
 لگی کہنے زبان حال سے وہ کہ چھوٹے کسی طرح حجال سے وہ

بتا قی ہوں میں تم کو اپنی خواری کہوں گی تم سے با ایمان داری
 گناہوں کا مرے سر پر ہے انبار اسی باعث سے اس نیا میں ہوں تجرا

ہمیشہ منتظر کھانے کی ہوں مین کہ محتاج ایک اک دانہ کی ہوں مین
مین اپنے پیٹ کو بھرتی ہوں کیسے گذارا اپنا مین کرتی ہوں کیسے
تم اندازہ نہیں کر سکتے اس کا کہ میرا پیٹ ہے کس طرح بھرتا

کر دے اس کا تم اندازہ کیونکر مصیبت کس طرح پڑتی ہے سپر
زمین کے رہنے والوں کو پوچھو پڑی ہن مشکین دنیا میں ان کو

ہزاروں قسم کی ہوتی ہن بڑیاں گھرے رہتے ہن جس سے لاکھوں انسان
مسلط رہتی ہن روجوں کے اوپر بہت کچھ ڈالتی ہن بوجھ اگر
کسی کو کھانے کی ہوتی ہو حاجت کسی کو اور چیزوں کی ضرورت
جو بوڑھے لوگ ہن وہ بھی ہن تشدد پڑے ہن راستہ سے اپنے باہر
غذا کی بھے کسی انسان کو حاجت کسی کو چپ پڑے رہنے کی عادت
بہت خواہاں ہن اچھی زندگی کے بہت بھوکے ہن دنیا کی خوشی کے
بہت دنیا میں ایسے بھی پڑے ہن کہ جن کے مرتبے سب سے بڑے ہن
ملا ہے بعض کو اتنا بھی کھانا کہ ہر دم ان کا منہ ہے چلتا رہتا
کوئی دیکھے تو یہ بیچارہ ملی نصیبوں کی جلی آفت کی ماری
اگر یہ چاہتی ہے ایک چوہا کہ جس سے پیٹ یہ بھرے گی اپنا
تو سمجھو ہن یہ دھندے زندگی کے گلے میں ہن یہ پھندے زندگی کے

حسوم

دو باغیچے

(جان پیلر)

ناصر و محمود کے والد بہت تھے خوش مذاق
 تھا بڑے لوگوں سے ملنے کا انہیں کم اتفاق
 اپنے گھر میں رہتے تھے و چھین سے آرام سے
 رکھتے تھے وہ کام ہر اک وقت اپنے کام سے
 باغیچہ دو چھوٹے چھوٹے ہاتھ سے اپنے بنائے
 خوبصورت ایسے جس نے دیکھا اُس کے دل کو بھرا
 خوب ہی آراستہ جب بن بنا کر ہو گئے
 ناصر و محمود کو وہ باغ دو نون ویدیے
 اپنے والد کا وہ دو نون شکر یہ لائے بجا
 دیکھ کر اس کو وہ اُن سے خوش ہوا بے انتہا
 باغبانی سے تھی ناصر کو جو دل چسپی بڑی
 باغ کے ملنے سے اُس کو خُستری وونی ہوئی
 باغبانی کے لئے آلات سب اور چل پڑا
 باغ میں جا کر وہ ہر اک کام خود کرنے لگا

شوق تھا اس کو درختوں سے تو اُسکا پھل ملا
 کچھ دنوں میں باغ سب سے خوبصورت ہو گیا
 اُس کی محنت اور مشقت سے بڑھیں شادابیان
 پھولوں سے رہنے لگیں سبز ساری کیاریاں
 ہو گئی اچھی مرمت سے وہ گلشن کی فصیل
 کام کرنے سے طبیعت میں نہ تھی کچھ اُس کو ڈھیل
 باغ میں اپنے سویرے سے چلا جاتا تھا وہ
 اور محنت کرنے سے ہرگز نہ گھبراتا تھا وہ
 کیوڑا، بیلا، چنبیلی، سیوتی، چمپا، گلاب،
 کیاریوں سے بن گیا تھا اُس کا گلشن لا جواب
 بہن بھناتی پھرتی تھیں پیڑوں پہ کیسی مکیان
 چوستی تھیں پھولوں کی ہر وقت وہ شادابیان
 لوہے کے پھول کیسے اچھے آتے تھے نظر
 تازگی آجاتی تھی چہرے پہ اُن کو دیکھ کر
 فائدہ حد سے زیادہ ہوتا کیونکر باغ میں
 اس قدر کثرت سے تھے گو بھی، چقدر باغ میں
 اب سو محمود کی سستی کا اور غفلت کا حال
 باغ کی شادابیوں پر آگیا اُس سے زوال

دن چڑھے تک وہ پڑا رہتا تھا غافل نیند میں
 رات دن سرشار رہتا تھا وہ کابل نیند میں
 کروٹیں بستر پہ لیتا تھا، مگر اٹھتا نہ تھا
 باغ میں محنت مشقت کرنے سے تھا بھاگتا
 جی چڑاتا تھا وہ ہر اک کام سے ہر بات سے
 باغ بالکل ہو گیا برباد اُس کی ذات سے
 کیا ریاں سوکھی پڑی تھیں، پیر مر جھائے ہوئے
 ڈالیوں میں پھول بھی جو تھے وہ کھلائے ہوئے
 پھل نہ پھلوا رہی تھی سارا باغ تھا نذر خزان
 تھا نہ میوہ کا نہ کچھ ترکاریوں کا بھی نشان
 تھے نہ شلغم، اور گو بھی، اور شفتالو وہاں
 خاک اڑتی تھی چندر تھے نہ تھے آلو وہاں
 چھوٹے چھوٹے پودوں کو کیڑے مکوڑے کھا گئے
 اور جو اُن سے بچے، وہ دھوپ میں مر جھا گئے
 اُس کی غفلت نے گھاڑیں باغ کی شادابیاں
 اُس کے ہاتھوں ہو گئیں برباد ساری کیا ریاں
 اپنی محنت اور مشقت کا ملا ناصبہ کو پھل
 اور ملا محمود کو یہ اپنی غفلت کا عمل

گہوارے کا راک

(مارگریٹ جانسن)

ملائم اور ہلکے ہلکے جب گہوارہ چلتا ہے
تو اُس میں چھوٹے بچوں کا بہت کچھ جی بہتا ہے
پڑا چپ چاپ گہوارے میں آؤ ذرا دیکھیں
بہت مجھ کو بہلی لگتی ہیں وہ ہنستی ہوئی آنکھیں
نہیں سوئے گا وہ جب تک سُلائیگی نہ مان اُسکی
ذرا دیکھو بھری ہے نیند آنکھوں میں کمان اُسکی

بہت ہی زور سے چلا رہا ہے آج تو جھینگر
نظر آتے ہیں تارے جھللاتے چرخ کے اوپر
چمکتی پھرتی ہے گلدم، گرمی ہے اُس سے
ابا بیلین چلین گھر کی طرف اُڑ کر بہو لون سے
میں جاؤں تجھ پر تشر بان اے مریخت جگر سو جا
مرے نور نظر سو جا، مرے نور نظر سو جا
پیار سی نیند آ کر تیری آنکھوں میں سما جائے
نسیم صبح آ کر پھول بستر پر بچھا جائے

ترے گہوارہ کو روشن کر گئی چاندنی آکر

پڑے گاحسن کا تیرے اثر جب چاند کے ادھر

پڑا سوتا ہے بچہ اپنے گہوارہ میں کروٹ سے

شگفتہ پھول سا چہرہ ہوا ہے مسکراہٹ سے

ادائیں کھیلتی پھرتی ہیں اس بے ساختہ پن پر

محبت کی نگاہیں پڑ رہی ہیں اُس کے بچپن پر

اچھی نصیحت

(ادولڈرسا)

ہر اک ہر ہی کو جو ہوتی ہے آسمان کے تلے

علاج اُس کا نہیں بھی ہے اور سب کچھ ہے

اگر علاج زمانہ میں اُس کا مل جائے ،

تلاش کرنے میں اُس کے کبھی نہ گھبرائے

جو دیکھے یہ کہ نہیں ہے علاج کچھ اُس کا

تو ڈھونڈنے کی نہ ہرگز کبھی کرے پروا

جس کو سر سبز ہوتا ہے

(ادولڈرائٹم)

جس کو دنیا میں ہے ہونا کامیاب صبح سے بس چھوڑ دے وہ اپنا خواب

اور جسے برباد ہونا چاہئے دن چڑھے تک اُس کو سونا چاہئے
 آرزو جس کی ہو یہ کھیتی مری اپنی دن دوئی بڑھائے تازگی
 کام کی خود اس کو عادت چاہئے رات دن محنت مشقت چاہئے

حقیقی فلسفہ

(اولد رائٹ)
 مین عدم سے آگیا دنیا میں جب اور روزی کی ہوئی مجھ کو طلب
 مین نے اپنے آپ سے کی گفتگو کس طرح دنیا میں ایسا ہوتا ہے تو
 ذات نے میری دیا مجھ کو جواب تو جو ہونا چاہتا ہے کامیاب
 آپ اپنی لے خیر اے بے خبر کوئی بھی تجھ پر نہ ڈالے گا نظر
 خیر ہو جونا ہے وہ ہو جائے گا ست ست ہو، در نہ پھر پچھتاے گا

کوّا

(اے فن)

ایک پٹریا ہے کہ اُس کی سختی آواز سے
 شور و غل کرنے سے اُس کے طرز اور انداز سے
 لوگ اُس کو یہ سمجھتے ہیں کہ کوّا اے یہی،
 وہ اُچک کر چلتا ہے پیردن سے دیکھا ہے یہی
 اونچے میناروں پہ اکشر اُس کی ہوتی شہت
 کرتا ہے اپنے مکان کا کیسا اچھا بندوبست

گھومتا رہتا ہے وہ جیسے گھڑی کی سوئیاں
 آنے والی فصل کی کرتی ہیں پیشین گوئیاں
 تم فرادیکھو تو ادھر، تاملے اُس کا سراغ
 خوب تھک جاتا ہے اوپر دیکھنے سے گودماغ
 بادلوں میں پھر رہا ہی خوب منڈلاتا ہوا ،
 اُڑ رہا ہے وہ ہوا میں کیسا چکراتا ہوا
 ایک ہی چکر میں اُس نے ساری دنیا دیکھ لی
 کر لئے معلوم رستے ، اپنی منشا ، دیکھ لی
 فوج اور اجسام ، اور قانون کی بھمار کا
 اور رسوم فوجداری ، اور کاروبار کا ،
 ذات سے اُس کے تعلق ہی نہیں انکا کبھی ،
 فرق آزادی میں اُس کے کچھ نہیں آتا کبھی
 قانین قانین کر رہا ہے وہ منڈیردن پر کبھی
 بیٹھتا ہی وہ نہیں ہے ایک جاجمکے کبھی

چھوٹا نیلا لڑکا

(یوگن فیلڈ)

خاک میں ہے لٹھ لگیا سارا جو ہے چھوٹے کھلونے کا گتا

سے مگر اس قدر بدن کا قوی اور کھلونے کا جو سپا ہی ہے
 اُن بان اُس کی آج تک گئی اُس میں کیسی چمک ہے سرخی سے
 کس ادا سے کھڑا ہے وہ در پر اپنی بند وق ہاتھ میں لے کر
 وقت تھا جب کہ ان کھلونوں پر کچھ نہ گرد و غبار کا تھا اثر
 جب نصیرہ نے بوسہ دیکے نہیں رکھ دیا تھا مکان کے کونے میں
 کدیا تھا نہ آؤں میں جب تک چل نہ دینا یہاں سے تم تب تک
 تم نہ جانا نہ شور و غل کرنا، آگے حد سے نہ پاؤں کو دھرنا
 سو گئی جا کے اپنے بستر پر خواب میں بھی کھلونے آئے نظر
 سو رہی تھی وہ نیند میں کیسی صبح کی بج رہی تھی جب گھنٹی

ہیں بہت سے برس ابھی تو پڑے ویسے ہی ہیں کھونٹے اُسکے کھڑے
 وہ نصیرہ کے دوست سچے تھے اپنے اقرار کے وہ بچے تھے
 وہ وفادار یوں میں تھے جو پلے اک قدم بھی وہاں سے وہ نہ ملے
 انتظار اُن کو اُس کے آنے کا چھوٹے ہاتھوں سے چھوڑ جانے کا
 انتظار اُن کو اُس کی آہٹ کا ننھے چہرے کی مسکراہٹ کا
 وہ تعجب میں ہیں کہ سال اتنے گزرے ہیں انتظار میں اُس کے
 جگمگیا اُن کے تن پہ گرد و غبار چھا گئے کنگلی کے سب آثار
 انتظار اُن کو ہے مگر اب تک وہ یہاں سے اٹھائے گئی کنگ

بوسہ دیکے ہین رکھی گئی کمان اُس کا ملتا نہیں ہے کچھ بھی نشان

لیکن اون کو خبر ہے کیا اس کی خاک کے نیچے وہ تو خود ہی پڑی
جو کہ کرتی تھی اُن کو گردِ سیاہ آج خود اُس پہ پڑ گئی ہے خاک
وہ تو دنیا سے ہو گئی خست ہو گئی جا کے رونقِ جنت
کر کے وعدہ جو سوئی پھر نہ اٹھی صبح کو گھر سے اُس کی لاش گئی
اک نشانی ہے اُس کی یہ کُتنا یاد میں اُس کی آج تک ہو کھڑا
یہ سپاہی ہے یادگار اُس کا کر رہا ہے جو انتظار اُس کا

غریب کی شکایت

(آر۔ ساد تھی)

یہ کہا مال دار نے مجھ سے کہ بناؤ سبب جو اس کا ہے
اس قدر کیوں غریب ہیں شاکی ہے خدا کی طرف سے محتاجی
خود ہیں افلاس کے سبب مرتے اور الزام ہم پہ ہیں دھرتے
یہ کہا میں نے جو ہے اس کا سبب ابھی کھُل جائے گا وہ سبب سبب
دور تک ساتھ ساتھ میرے چلو پھر جواب اس کا دو گا میں تم کو

شام ہی سے تھے بہتر سُنان ہو گئی تھی ہر اک سڑکِ یران

ہر طرف چھا رہی تھی ویرانی کیونکہ موسم تھا خوب برفانی
گو کہ ہم گرم کوٹ پہنے تھے پھر ہی ہم دونوں ہو گئے ٹھنڈے

ایک بوڑھا ملا برہنہ سر مارے فاقہ کے حال تھا ابتر
مین نے اُس سے کہا ٹھنڈی آ برف کی ہو رہی ہے جب برسات
ایسی سردی مین تم ہو کیون نکلے کیا مصیبت تمھاری جان پہ ہے
اُس نے آہستہ سے کہا بے شک تم اسے جانتے نہیں اب تک
گو کہ ہے ناگوار یہ سردی گھر مین لیکن نہیں ہے آگ جلی
اس لئے گھر سے مین نکل آیا اور یہ التجا ہوں مین لا یا
ہو سخاوت تو کچھ بھلا ہو جاے درد کی میرے کچھ دوا ہو جاے

ایک لڑکی جو ان ننگے سر تھی کھڑی راستہ کے کونے پر
تن پہ ثابت نہ تھا کوئی کپڑا اُس کے منہ سے نکل رہی تھی صدا
مین نے اُس سے کہا کہ یہ بڑی اس مین تو گھر سے کیون نکل آئی
اُس نے رو کر کہا کروں پھر کیا گر نہ کھاؤں یہاں کی ٹھنڈی ہوا
کیون سبب مجھے پوچھتے ہیں آپ گھر مین بیمار ہے بہت ہی باپ
روٹیاں مانگئے نکل آئی مجھ کو گھر سے یہ التجا لائی

ایک عورت سڑک پہ بیٹھی تھی تھی وہ تصویر اک مصیبت کی
ایک بچہ تھا گود میں بیمار دوسرا تھا کمر پہ اُس کی سوار
میں نے پوچھا بیان پڑھی میں ایسی سردی میں آگئی کیون ہے
اُس نے بچہ کو چپ کیا پہلے رو رہا تھا جو بھوک کے مارے
پھر کہا اُس نے کیا کون تم سے مجھپہ جس طرح کی مصیبت ہے
میرا شوہر ہو فوج میں نوکر جو لڑائی پہ ہے گیا باہر
یہ مصیبت ہے جان جانو تک بھیک مانگوں گی اُس کو آنے تک

میں نے پھر مال دار سے یہ کہا جو کہ چپ چاپ اک طرف تھا کھڑا
آپ کا یہ سوال تھا مجھ سے کیون شکایت غریب میں کرتے
بل گیا آپ کو انھیں سے جواب جن کی حالت ہو مفلسی ہو خراب

میں دنیا میں

(اے ن)

ایک دنیا ہے مری دنیا۔ جہاں پھول سوسن کے زہان میں بیکراں
ہوتے ہیں بھیڑوں کو بچو سر پرش نام کو بھی تو نہیں اُس جا خلس
سر پہ نیلے آسمان کا سا بلبان اور نیچے بنر کھیتوں کا سمان
بھورا دریا جوش میں ہے بہ رہا مست موجوں سے وہ اپنی ہو گیا

ڈھک گیا برفانی بادل سے فلک دے رہی ہے لطف سبزہ کی لہک

ایک دنیا ہے مری دنیا، جہان
رہتا ہے جولائی کا موسم وہاں
ناچتی رہتی ہیں پرمان ساری رات
چاند سے کرتی ہیں خوش تھکے بات
ڈوب جاتا چاند ہے تھک کر وہیں
بائیں اُن کی ختم ہوتی، سی نہیں
جب مجھے سردی ستاتی ہو بہت
یاد موسم کی دلاتی ہے بہت
دیکھتا ہوں میں سمان کچھ اُپا
ہاں وہ صورت، خوبصورت خرابی

ایک دنیا ہے، نہیں ہے جو مری
ہے وہاں کی اور ہی کچھ زندگی
مانگتا ہوں جب کہ میں دل سے دعا
تب نظر آتی ہے کچھ جھلکی ذرا
وسط سورج میں ہے وہ دنیا سی
ہے مقدس روشنی سے وہ بھری
گر میون میں جب سمندر جوش پر
ہوتا ہے پھر دیکھئے اُس کا اثر
اُس میں آتا ہے بہت ہی خرومہ
اُس کے گھٹنے بڑھنے کی پوچھو نہ حد
ٹھیک ایسے ہی وہ دنیا ہے جہاں
نور کا ہوتا ہے جزو مدعیان
ہلکا ہلکا ابر ہے چھایا ہوا
ہر طرف سے گھر کے ہے آیا ہوا
یہ وہ دنیا ہے کہ میری روح پر
اُس کا ہو جاتا ہے اک ہلکا اثر
لازوال اُس کی محبت کی بہار
دونوں دنیاؤں سے ہو وہ شوگلا

ایک عورت سڑک پہ بیٹھی تھی
ایک بچہ تھا گود میں بیار
میں نے پوچھا بیان پڑی کیوں ہے
اُس نے بچہ کو چپ کیا پہلے
پھر کہا اُس نے کیا کہون تم سے
میرا شوہر ہی فوج میں نوکر
یہ مصیبت ہے جان جاؤ تک
تھی وہ تصویر اک مصیبت کی
دوسرا تھا کمر پہ اُس کی سوار
ایسی سردی میں آگئی کیوں ہے
رورہا تھا جو بھوک کے مارے
مجھے جس طرح کی مصیبت ہے
جو لڑائی پہ ہے گیا باہر
بھیک مانگوں گی اُس کو آنے تک

میں نے پھر مال دار سے یہ کہا
آپ کا یہ سوال تھا مجھ سے
بل گیا آپ کو انھیں سے جواب
کیون شکایت غریب ہیں کرتے
جن کی حالت ہی مفلسی ہو خراب

میں دنیا میں

(اے نن)

ایک دنیا ہے مری دنیا۔ جہاں
ہوتے ہیں بھیڑوں کو بچو پرورش
سر پہ نیلے آسمان کا سائبان
بھورا دریا جوش میں ہے بہ رہا
پھول سوسن کے وہاں ہیں ہیکران
نام کو بھی تو نہیں اُس جا خلش
اور نیچے بنر کھیتوں کا آسمان
مست موجوں سے وہ اپنی ہو گیا

ڈھک گیا برفانی بادل سے فلک دے رہی ہے لطف سبزہ کی لہک

ایک دنیا ہے مری دنیا، جہان رہتا ہے جولائی کا موسم وہاں
ناچتی رہتی ہیں پرپان ساری رات چاند سے کرتی ہیں جو خوش ہو کے ہات
ڈوب جاتا چاند ہے تھک کر وہیں بائیں ان کی ختم ہوتی، ہی نہیں
جب مجھے سردی ستاتی ہے بہت یاد موسم کی دلاتی ہے بہت
دیکھتا ہوں میں سمان کچھ اور ہاں وہ صورت، خوبصورت نچا کی

ایک دنیا ہے، نہیں ہے جو مری ہے وہاں کی اور ہی کچھ زندگی
مانگتا ہوں جب کہ میں دل سے دعا تب نظر آتی ہے کچھ جھلکی ذرا
وسط سورج میں ہے وہ دنیا بسی ہے مقدس روشنی سے وہ بھری
گر میون میں جب سمندر جوش پر ہوتا ہے پھر دیکھئے اس کا اثر
اس میں آتا ہے بہت ہی جزر و مد اس کے کھٹنے بڑھنے کی پوچھو نہ حد
ٹھیک ایسے ہی وہ دنیا ہے جہاں نور کا ہوتا ہے جزر و مد عیان
ہلکا ہلکا ابر ہے چھایا ہوا ہر طرف سے گھر کے ہے آیا ہوا
یہ وہ دنیا ہے کہ میری روح پر اس کا ہو جاتا ہے اک ہلکا اثر
لا زوال اس کی محبت کی بہار دونوں دنیاؤں سے ہو وہ خوشگوار

ہمارائی ہر گلشن میں سی با دختران بنکر

(جان انجلیو)

نہیں ہے لالہ کے پھولوں پر شبنم کا اثر باقی
 کہاں پانی ہے نیلے آسمان پر بوند بھر باقی
 کہاں تک سلسلہ پھیلا ہوا ہے اُن پہاڑوں کا
 کہ جن پر جگمگا ہے آج اونچے اونچے جھاڑوں کا
 یہاں تک بڑھ گیا ہوں میں کہ پڑھ لیتا ہوں خط لکھ کے
 سبق جو ابتدائی عمر کے تھے ہو گئے پورے
 ہمیشہ کھیلتے رہتے ہیں کیسے بھیڑ کے بچے
 وہ کھیلوں کے سوا واقف نہیں ہیں اور کاموں سے
 تجھے اے چاند میں نے مدتوں بہتے ہوئے دیکھا
 یہ تیرا گول اور چمکلا چہرہ تھا بہت پیارا
 بہت لوگوں کو ٹھنڈک دے رہی ہو روشنی تیری
 مگر وہ روشنی کس طرح مدھم پڑ گئی تیری
 نظر آتا ہے اب لوگوں کو نورانی کمان بن کر
 دلوں کو کھینچ لیتی ہیں تری کرین سنان بنکر
 کسی کی شان میں بے شک ہوئی ہو کچھ خطا تجھے
 لباس نوجو پہنے ہوئے تھا چھن گیا تجھ سے

لگرا ب بھی معاف ہو جائے گرتیری خطا کچھ بھی
 تو دھندلا پن جو ہے وہ نہیں سکتا ہو کچھ باقی
 نہایت صاف شیریں شہد کی اسے کھٹیو تم بھی
 مری اس زندگی میں ایک گرد آلودہ ہو ساتھی
 جھپک جاتی ہیں میری آنکھیں جدم وہ چپتی ہیں
 مگر سونے میں تم نے اپنی ٹانگیں پسٹ الی ہیں
 یہ کیسی تم میں ہے اسے خوبصورت تلیو رنگت
 ذرا لرزش کو اپنی بند کر لو، دیکھ لون صورت
 تو اپنے بازوؤں کو کھول دے اسے فاختہ پیاری
 مرے نزدیک آ جا، میں کروں گا تیری غنچواری
 بنا ہے کس جگہ کوئل میں تیرا گھونلا دیکھوں
 ترے بچوں کو دیکھوں اور ان کا حوصلہ دیکھوں
 چڑا کر میں نہیں لیجاؤں گامست خوف کھا مجھ سے
 یہ درد انگیز منظر آہ دیکھا جائے گا مجھ سے
 لگا رہتا ہے دھڑکا موت کا اب تو جوان بن کر
 بہار آئی ہے گلشن میں مرے باخسزان بن کر

ریل گاڑی سے دنیا کا منظر

(آر۔ ایل۔ اسٹی وٹسن)

ہو اسے زیادہ ہے یہ ریل گاڑی نہ دیکھے یہ خندق۔ مکان۔ پل نہ جہاں
چلی جا رہی ہے، چلی آرہی ہے ہزاروں کو منزل پہ پہنچا رہی ہے
درخت اس طرح جاتے ہیں سکوچے کہ گویا وہ سب اس سیڑی میں ٹپتے
چراگاہوں میں سے چلی جا رہی تو مناظر کو یہ کھینچ کر لا رہی ہے
پھاڑوں کے نظارے اور صحرائیں نین، پھول پھل، اور آباد ویران
وہ کس زور سے آلی سیٹی بجاتی بہارا اپنی اسٹیشنوں پر دکھاتی

سفر کرنے والے چڑھے اور اترے چلاؤ ان کا سامان ٹھیلوں پر لٹکے
مسافر نے اسباب اپنا اتارا کیا ریل گاڑی سے اُس نے کنارے
بڑی پھر اسی طرح اس میں دانی چلی جب کہ کھاتی ہوئی آگ پانی
بہت جگہوں میں پھرے اکی ظہر نظر آرہے ہیں ہزاروں مناظر
کہیں سلسلہ کارخانوں کا دیکھا کہیں پانی بہتا ہوا اندرون کا
بہت ایسے نظارے ہیں جیسے پہاڑ جو اوجھل ہوئے ہیں نظر سے ہمارے
ہمیشہ کبھی دیکھ سکتے نہیں ہیں یہ نظارے گود دیکھنے کو حسین ہیں

میرا سایہ

(آر۔ ایل اسٹی وین)

مرا چھوٹا سا سایہ ہے جو رہتا ساتھ ہے میرے
 جہاں جاتا ہوں میں رہتا مے ہر دم برابر ہے
 مگر کیا فائدہ ملتا ہے اس کو ساتھ رہنے سے
 وہ سر سے پیر تک بالکل ہی گو میرے مشابہ ہے
 میں اُس کو دیکھتا ہوں سب سے پہلے اپنے بستر پر
 یہ پہلے مجھے سو جاتا ہے بستر پر مرے جا کر
 نئی اک بات اُس کے بڑھنے گھٹنے میں دیکھی ہے
 کبھی صورت ہے بچوں کی، کبھی صورت جوان کی ہو
 کبھی وہ سست رہتا ہے کبھی وہ تیز چلتا ہے
 کبھی نفرت ہے دل کو، اور کبھی اُس سے بہلتا ہے
 کبھی وہ گیت کی صورت لڑکھ کر بڑ گیا کیسا،
 کبھی ایسا ہو اچھوٹا، پتہ لگتا نہیں اُس کا
 نہیں ہوتی اُسے پرواہ بچوں کے بہلنے کی،
 کہ عادت ہے ہمیشہ سے اُسے تو تیز چلنے کی
 غرض پاگل بناتا ہے مجھے وہ ہر طریقے سے
 کسی صورت نہیں ہیں اُس میں جو ہر آدمیت سے

کبھی وہ پاس میرے اس قدر آجاتا ہے گویا
 وہ اپنے بزدلی پن سے ہے ہر اک چیز سے ڈرتا
 مجھے شرمندہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ میں ہر
 گلی میں جب میں جاتا ہوں لگا رہتا ہے وہ اکثر
 سویرے جب کہ سورج بھی نہ نکلتا تھا میں اُٹھ بیٹھا
 چمکتا میں نے اُس کو چاندنی کے پھول پر دیکھا
 مگر وہ سست پڑ جاتا ہے ایسا جاگ کر شب بھر
 کہ جیسے خواب آلود وہ ہو کوئی صبح سے اُٹھ کر
 مرے پیچھے ٹھہر جاتا ہے سو جاتا ہے بستر پر
 میں جب بستر سے اُٹھتا ہوں وہ آجاتا ہے بستر پر

مکھی

(ٹیلیوادلڈنیر)

بلاتا ہوں تجھے پیاسی سبب کر پاس آ مکھی
 تو میرے ساتھ پانی پی تو میری طرح پانی پی
 مرے پیالے پر آزادی سے تیرا خیر مقدم ہے
 تو اس کو چوس سکتی ہے ابھی پیالے میں کچھ خم ہے
 کہ ورنہ تو اچھا زندگی میں ساتھ ہر اک کے
 کہ یہ دو دن کی ہے مہمان اک دن جانی والی ہے

مرے اور تیرے دونوں کے بین چودن زندگانی کے
 وہ اپنی نیستی کے دھن مین بین آٹھون پہر ڈوبے
 بہار آئے اگر گلشن میں مجھ کو کیا خوشی اس سے
 وہ تیرے واسطے شاید خوشی کے پھول لائی ہے
 بہارین دیکھ لین آنکھوں نے میری سیکڑون اب تو
 خوشی کا رنگ لگیا ہے صرف اک افسانہ سننے کو
 بہار گل ہزاروں مرتبہ ہے سامنے آئی،

یہاں کے سبز پودوں پر ہزاروں مرتبہ چھائی
 قیام موسم گل مثل نقش آب تھا بے شک
 ان آنکھوں نے یہاں جو دیکھا وہ اک خواجہ بے شک

گہوارے کی لوری

(ڈبلیو بلیک)

مرے جان و دل سے پیارے نہو بے قرار سو جا
 ترمی خوبصورتی کی نہ مٹے بہار سو جا
 تجھے نیند گر نہ آئی مرا جی اُداس ہو گا
 مرا جی اُداس ہو گا جو تجھے ہراس ہو گا
 مرے گھر کا ہے اُجالا مرے گھر کی روشنی ہے
 ترا چاند سایہ مکھڑا مرے گھر کی چاندنی ہے

نزا چھوٹا سا بچھونا ہے بہت ہی خوبصورت
 تجھے ڈھونڈتا ہے پھر تارے پر خوابِ حُرّت
 تری لازوال خوشیاں، تری پاک مسکراہٹ
 تری دل کی خواہشوں کا ترے چہرے پہ ہے جھلک
 ترے جی کا بھید ظاہر تیرے سوتے مین ہوا ہے
 وہ خوشی ہو یا کہ غم ہو، ہمیں آکے سب کھلا ہے
 نہ مچل تو اتنا پیارے، تجھے سینہ سے لگا لون
 نہ کرا لیے تو بہانے تجھے گود میں اٹھا لون
 نہ کرا لیے تو بہانے مرے لاڈلے تو سو جا
 ترے نرم جسم کو مین ہوں اگر ذرا بھی چھوتا ،
 وہ حسین مسکراہٹ ترے چہرہ پہ ہے آتی ،
 کہ جو صبح کی ہوا سے ہے کنول کو گدگداتی
 جو حسین مسکراہٹ کے ہجوم مین ہے سوتا
 اثر خوشی نمایاں ترے سینہ سے ہے ہوتا
 تیرا سینہ وہ جہاں ہے ترے ننھے دل کو تسکین
 جسے سب سے پہلے آکر ہو سلاتی خواب شیرین
 وہ بہانہ جو کہ دل مین ترے سوتے وقت آیا
 ترے چھوٹے دل کو اس نے دین آکے گدگدایا

ترے لب پہ مسکراہٹ یہ اُسی سے چھا گئی ہو
 ترے دل کی بات اب تو ترے منہ پہ اگئی ہے
 بہت ہو رہا ہے بیکل میرے غمگسار سو جا
 تجھے سینہ سے لگا لون تجھے کمر لون پیار سو جا

دایہ کاراگ

(ڈیلیو - بلیک)

مُسنّتی ہوں آوازیں بچن کی مین سبزہ زار پر
 قہقہوں کی ملتی ہے جسم پہاڑی سے خبر
 کیا ہی خوش ہوتا ہے دل بچن کی اس آواز سے
 کم نہیں بچن کی آوازیں مجھے اعجاز سے
 اب تو خاموشی ہے ہر اک چیز پر چھپائی ہوئی
 پھر رہی ہے تازگی سبزے سے گھرائی ہوئی

گھر چلے آؤ مرے بچو! ہو سورج غروب
 آج کل راتوں کو بچو! پڑتی ہے شبنم ہی خوب
 آؤ آؤ، کھیلنا چھوڑو، بس اپنے گھر چلو
 رہنا تم اُس وقت تک گھراپے، جب تک صبح ہو

ہے ابھی باقی بہت دن ، کھیلنے دیجے ہمیں
 اچھی لیکیا ابھی سے گھر میں سونے کو چلیں
 چھوٹی چڑیاں اڑ رہی ہیں دن تو باقی ہو ہی
 اور کالی کالی بھڑون سے پہاڑی ہے ڈھکی
 اچھا اچھا ، جاؤ تم اُس وقت تک کھیلو یہاں
 روشنی سے چاند کی جب تک نہ روشن ہو جہاں
 روشنی سورج کی کم ہو جائے جب ہو جائے شام
 اپنے بستر پر چلے جاؤ کرو کچھ بھی نہ کام ،

چھوٹے بچوں نے سنا جب اپنی دایہ کا کلام
 کھیلنے میں پھر ہوئے مصروف وہ بچے تمام
 اُن میں سے ہر ایک کو دا پھاندا اور ہنستا رہا
 اُن کی آوازوں سے وہ جھلکا جھلکا گونج اٹھا

ایک خاص بچہ کی لوری

(سرور اڑاسکاٹ)
 اندھیرا چھا گیا ، رات ہو گئی سو جاوے پیارے
 ہوئی جاتی ہیں آنکھیں بند خود ہی نیند کو مارے

ترا باپ ایک افسر تھا، تری مان نیک بی بی تھی
 خوش و محرم بسر کرتے تھے دونوں زندگی اپنی
 بہان کی گھاٹیان سبزی، جگل خوشنما صحرا
 نظر آتے ہیں ہم کو اونچے میناروں سے جو دریا
 یہ سب تیرے ہی قبضہ میں ہیں اور تیری اطاعت میں
 یہ سب تجھ کو لیے ہیں اپنی آغوش حفاظت میں
 جگل جو بچ رہا ہے زور سے، لیکن نہ ڈرائس سے
 بلاتا ہے وہ چوکیدار کو، سونے ہوئے رستے
 کریں گے خواب گاہ عیش کی تیرے نگہبانی
 لڑیں گے اُن سے یہ، ہیں جتنے تیرے دشمن جانی
 چڑھیں ان کی کمانیں اور تلواریں نکل آئیں
 اگر دشمن ترے بستر کے بھی نزدیک آ جائیں

مرے پیارے ٹو سو جا، جلد وہ وقت آنے والا ہے
 کہ تیری نیند کھل جائے گی آوازوں سے باہر کے
 بس اب سو جا مرے پیارے بہت بات آگئی سر پہ
 کہیں ایسا نہ کھل جائیں جو کلیان ہیں بستر پہ

عبادت گاہ کی تسلی

(ڈبلیو۔ کاپر)

یہاں کیون آئی ہے تسلی اکہین تو اور جاتسلی
 چمن کے خوشنما پھولوں کی جا خوشبو اڑا تسلی
 تجھے کیا بحث، میرے واسطے تو غمزدہ کیون ہو
 چمن میں چوس جا کر شہد کے اُن صاف قطروں کو
 بھرا پیالوں میں پھولوں کے ہے جس کو رات شب بزم
 تو جا کر پی کہیں اوس کو نسیم اگر نہ چھلکا دے
 یہاں کیون آئی ہے تسلی عبادت کی جگہ یہ ہے
 اطاعت کی جگہ یہ ہے، ریاضت کی جگہ یہ ہے
 یہاں اپنے خدا کے سامنے ہم سر جھکاتے ہیں
 خطاؤں کو ہم اپنی توبہ کر کے بخشواتے ہیں
 نہیں تقصیر کی تو نے کوئی جو بخشواتی ہے
 عبادت گاہ میں پھر کس لئے تو اڑ کر آتی ہے
 یہاں سے جا چمن کے پھول تیرے منتظر ہونگے
 نہ پا کر وہ خبر تیری بہت کچھ منتشر ہون گے

حمیدہ کی تنہائی

(ڈبلیو۔ ورڈس ورثہ)

حمیدہ کا سنا ہے مین نے اکثر حال لوگوں سے
مگر آگے نظر وہ ، یہ بہلا اسید کس کو ہے
مین جب ان جگلوں کی یاد اپنے دل میں کرتا ہوں
تو صورت اُس کی کر کے یاد آہ فرماتا ہوں
سحر کا جھپٹا سا وقت تھا جب مین نے دیکھا تھا
چلی آتی تھی تنہا ، چہرہ مرجھایا ہوا سا تھا

حمیدہ دوستوں سے اپنے گوانجان رہتی تھی ،
مگر پھر بھی اُسے اُن سب کی اک پہچان رہتی تھی
نکیون انجان رہتی جب کہ وہ رہتی تھی جنگل میں
گھنے سبز پٹروں پر گزرتی اُسکی جنگل میں
عجب کچھ شان سے دروازہ پھین جھاڑیاں اُسکے
مقدس زندگی کا ملتا تھا اُس کی نشان اُس سے

برن کے بچے تم کو کھیلتے لمبائیں گے اکشر ،
بہت دیکھو گے خرگوشوں کو سبزی کو بچھونے پر

حمیدہ کی وہ پیاری شکل لیکن اب نطسہ آنا
 بہت ہی غیر ممکن ہے نہیں کچھ اس میں شک لاتا
 وہ دنیا سے گئی اور دنیا والوں کی نگاہوں سے
 بہت ہی دور ہے مان باپ کی بے چین آنہوں سے

کہا اک روز اُس کے باپ نے برسا ہے وہ پانی
 کہ بے شک آج کی ہے رات اک آفت کی طوفانی
 حمیدہ! ساتھ اپنی مان کے قصبہ میں چلی جاؤ
 مری بچی، تم اپنے ساتھ تھوڑی روشنی لے لو
 چلی جاؤ یہاں کی جھاڑیوں میں سے بہ آسانی
 کہ بن کر برف برسے گا بہت ہی زور سے پانی

حمیدہ نے کہا پانی بہتا ہے اگر، برسے
 گزر جاؤں گی میں تو برف کے ٹکڑوں کے اوپر سے
 مگر مشکل تو یہ ہے دو پہر دن ہے چڑھا اب تک
 گھڑی نے دو بجائے ہیں بہت دن رہ گیا اب تک
 یہاں سے روشنی کو ساتھ لیجانا ہے لا حاصل
 ابھی تو روشنی سورج کی ہے چاروں طرف کامل

یہ سنکر ہو گیا مصروف اپنے کام میں بوڑھا،
حمیدہ نے اٹھائی لالٹین اور لے لیا رستا
پہاڑی کون سی تھی اُس سے رہتی کچھ ہی جو بچکر
بھٹکنے والے پاؤں پڑ رہے تھے کل پہاڑوں پر
قدم پڑتے ہی اُس کے برف بالکل پھیل جاتی تھی
دھوئین کی طرح چڑھ کر آسمان پر خوب چھاتی تھی

ستم دیکھو کہ طوفان وقت سے پہلے ہی آپہونچا
اندھیرا ہو گیا، وہ پھر رہی تھی اوس میں آدرا
پڑھی اتری پہاڑوں سے نہ قصبہ میں مگر پہونچی
بہت تکلیف اُس نے اپنی تہی جان پر جھیلی
بہت ڈھونڈھا نہ پائی اُس نے کچھ قصبہ کی آبادی
مگر لکھی ہوئی تھی اُس کی قسمت میں یہ یربادی

اودھر مان باپ کو بھی رات ساری ڈھونڈتے گزری
بہت آواز دی لیکن نہ کچھ اُس کی صدا آئی
سکنے کی بھی کچھ آواز کا نون میں نہ آتی تھی
تصور میں مگر صورت کبھی نقشہ دکھاتی تھی،

اندھیرے میں نہ کچھ نقش قدم اُس کا لفظ آیا
جو اُن کے راستہ میں رہنما کا کام دے جاتا

غرض وہ رات اُس کو ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے گزری
پہاڑی پر کھڑی تھی وہ کہ دن نکلا سحر آئی
نظر آنے لگا میدان سارا اس پہاڑی سے
نشان میل کی صورت نظر آنے لگے پودے
نشان میل وہ جو گھر سے اُن کے فاصلہ پر تھا
دکھا دیتا تھا وہ بھولے ہوؤں کو قصبہ کا رستا

وہ دونوں خوب روئے اور پھر گھر کی طرف دیکھا
بہا تھا آئینوں کا اُن کے چشم تر سے اک دریا
کہا یہ باپ نے، ہم سب ملین گے آسمان ہی پر
یہ وہ الفاظ تھے جس سے وہاں کے ہل گئے پتھر
حمیدہ کے قدم کے کچھ نشان مان کو نظر آئے
ہوئی کچھ دل کو ڈھارس تاکہ کچھ امید بر آئے
اُتر آئے وہ نیچے اب تو اس ڈھالو پہاڑی سے
وہاں تو اور بھی اُن چھوئے پیروں کے نشان کچھ

وہ دونوں گزرے گرتے پڑتے پھر کاٹون کی جڑی
 نظر آتا تھا دریا جب کہ وہ گزرے تھکڑی سے
 وہ گزرے کھیت میں سے اور نشان ویسے ہی ملتا تھے
 بیان تک دیکھتے آئے نشان میل تک پہنچے
 وہ آئے برف کے کٹڑوں پہ کچھ اُس کا نشان پا کر
 نشان نقش پا کا خاتمہ دیکھا بیان آ کر
 مگر پھر بھی بہت سوگ کہتے ہیں وہ زندہ ہے
 بیان کے جنگوں میں چلتے پھرتے اُسکو دیکھا ہے
 وہ گاتی رہتی ہے تنہائی کے نغمہ پیڑی پر
 میں سنتا ہوں ہوا میں گونجتے رہتے ہیں وہ اکثر

مکڑی اور مکھی

(میری ہووٹ)

کہا مکڑی نے یہ مکھی سو اُن دن
 بہت سے نرم بستر دیکھے ہونگے
 مرے اس گھر کا رستہ دیکھیے
 کھلاؤں گی تھین میں اچھی چرین
 کہا مکھی نے یہ بالکل ہو دھوکا
 کہ آ کے دیکھ جاؤ تم مرا گھر
 نہ ہو گا اس سے بڑھ کر نرم بستر
 جہاں دلکش ہواک زینہ کا چکر
 پہنچ جاؤ گی جب تم میرے گھر پہ
 نہ لپچاؤ مجھے باتیں بسنا کر

غضب کا ہے یہ چکر دار زینہ
 کہا مکڑی نے یہ مجھ کو یقین ہے
 اگر آرام کی خواہش ہے تم کو
 یہاں چاروں طرف پردے پڑھو
 اگر آرام تھوڑی دیر کر لو
 کہا یہ چھوٹی مکھی نے سنا ہے
 قیامت کا ہے یہ بستر تمھارا
 کہا مکڑی نے کہ پارسی
 محبت کی تمھارے گرم جوشی
 مرے باورچی خانہ میں تو دیکھو
 یہاں آنا تمھارا ہے مبارک
 کہا مکھی نے یہ ہے غیر ممکن
 نہیں مین چاہتی ہوں دیکھنا تک
 کہا مکڑی نے گو ہو غفل والی
 تمھاری آنکھیں چمکیلی ہیں کیسی
 لگی ہے میز میری خواب گاہ میں
 نہیں ہے قدر کچھ بھی تم کو اپنی
 کہا اُس نے تمھاری قدر دانی

نہیں آتا ہے واپس کوئی جا کر
 کہ اُڑنے سے تمھارے تھک گئے پر
 تو حاضر ہے میرا چھوٹا سا بستر
 بچھی ہے خوبصورت اس پہ چادر
 تھکن ہرگز رہے گی پھر نہ دم بھر
 بڑے بوڑھوں سے اپنے نینے اکثر
 نہیں پھر جاگتا ہے کوئی سو کر
 محبت کو کروں ثابت میں کیونکر
 بہت چھائی ہوئی ہے میری دل
 ذخیرہ نعمتوں کا ہے جہاں پر
 کرو تم ناشتہ تھوڑا سا اگر
 مجھے معلوم ہے جو ہے وہاں پر
 تمھاری بات جھوٹی ہے سراسر
 نہیں کرتیں مگر باتیں سمجھ کر
 سنہرا رنگ ہے کیا بازوؤں پر
 لگا ہے آئینہ اُس کے برابر
 ذرا صورت تو اپنی دیکھو اگر
 عنایت کر رہی ہو تم جو مجھ پر

تمھاری یہ محبت ہر بانی
 رہون گی آکے اب میں دوسرے دن
 ادھر مکرپی بھی اپنے گھر سدھاری
 وہ اچھی طرح اسکو جانتی تھی
 یہاں آئیگی تھوڑی دیر میں وہ
 بچھایا اُس نے اک نازک سا جالا
 خوشی کے راگ گا کر پھر وہ بولی
 یہاں آؤ، یہاں آؤ، یہاں آؤ
 یہ چمکیے، سنہرے، اچھے بازو
 لباس اچھا ہے سبز اور ارغوانی
 چمکتے ہیرے کے مانند آنکھیں
 خوشامد کے سنے الفاظ جدم
 چلی آئی وہ ایسی بھن بھناتی
 گھنڑا اُس کو تھا چمکیلی ہن بھن
 وہ پوشاک اپنی اچھی جانتی تھی
 اچک کرے گئی مکار مکرپی
 بہت مضبوط تھی پکڑے ہوئے وہ
 اندھیرے غار میں لیجا کے رکھا
 ادا ہو شکر یہ مجھے یہ کیونکر
 سلام اب جا رہی ہوں انہیں گھر
 لگا کر جائے کے دو چار چکر
 کہ بھپس جائے گی مکھی اب تو اگر
 بہت اچھا ہے میرے گھر کا منظر
 چنا پھر ناشتہ اُس نے وہاں پر
 جو آتے دیکھا پھر اُس کو مکر
 محبت ہے تمھاری نقش دل پر
 سنہرے بازوؤں کے ساتھ یہ پر
 لگی ہے ایک چھوٹی کلنی سر پر
 ذرا دکھلاؤ تو نزدیک آکر
 چلی آئی وہ بازو پھر پھڑا کر
 کہ خود ہی رہ گئی اُس میں ٹٹک کر
 خیال اُسکو تھا اچھی رنگتوں پر
 سمجھتی تاج تھی کلنی کو سر پر
 اُسے اک چھوٹے سے زینہ کو اوپر
 رکھانختی کے ساتھ اُس کو دبا کر
 جسے کہتی تھی اپنا نرم بستر

غضب کا ہے یہ چکر دار زینہ
 کہا مکڑی نے یہ مجھ کو یقین ہے
 اگر آرام کی خواہش ہے تم کو
 یہاں چاروں طرف پرے پڑوین
 اگر آرام تھوڑی دیر کر لو
 کہا یہ چھوٹی مکھی نے سنا ہے
 قیامت کا ہے یہ بستر تمہارا
 کہا مکڑی نے کہ پارسی
 محبت کی تمہارے گرم جوشی
 مرے با درچی خانہ میں تو دیکھو
 یہاں آنا تمہارا ہے مبارک
 کہا مکھی نے یہ ہے غیر ممکن
 نہیں میں چاہتی ہوں دیکھنا تک
 کہا مکڑی نے گو ہو قتل والی
 تمہاری آنکھیں چمکیلی ہیں کیسی
 لگی ہے میز میری خواب گاہ میں
 نہیں ہے قدر کچھ ہی تم کو اپنی
 کہا اُس نے تمہاری متددانی

نہیں آتا ہے واپس کوئی جا کر
 کہ اُڑنے سے تمہارے تھک گئے پر
 تو حاضر ہے میرا چھوٹا سا بستر
 بچھی ہے خوبصورت اس چادر
 تھکن ہرگز رہے گی پھر نہ دم بھر
 بڑے بوڑھوں سے اپنے میں اکثر
 نہیں پھر جاگتا ہے کوئی سو کر
 محبت کو کروں ثابت میں کیونکر
 بہت چھائی ہوئی ہے میری دل پر
 ذخیرہ نعمتوں کا ہے جہاں پر
 کرو تم ناشتہ تھوڑا سا اگر
 مجھے معلوم ہے جو ہے وہاں پر
 تمہاری بات جھوٹی ہے سراسر
 نہیں کرتیں مگر باتیں سمجھ کر
 سنہرا رنگ ہے کیا بازوؤں پر
 لگا ہے آئینہ اُس کے برابر
 ذرا صورت تو اپنی دیکھو اگر
 عنایت کر رہی ہو تم جو مجھ پر

تمھاری یہ محبت ہر بانی
 رہون گی آکے اب میں دوسرے دن
 ادھر مکرپی بھی اپنے گھر سدھاری
 وہ اچھی طرح اسکو جانتی تھی
 یہاں آئیگی تھوڑی سی دیر میں وہ
 بچھایا اُس نے اک نازک سا جالا
 خوشی کے راگ گا کر پھر وہ بولی
 یہاں آؤ، یہاں آؤ، یہاں آؤ
 یہ چمکیلے، سنہرے، اچھے بازو
 لباس اچھا ہے سبز اور ارغوانی
 چمکتے ہیرے کے مانند آنکھیں
 خوشامد کے سنے الفاظ جہدم
 چلی آئی وہ ایسی بھن بھناتی
 گھنٹا اُس کو تھا چمکیلی ہن بھن
 وہ پوشاک اپنی اچھی جانتی تھی
 اچک کرے گئی مکار مکرپی
 بہت مضبوط تھی پکڑے ہوئے وہ
 اندھیرے غار میں لیجا کے رکھا
 ادا ہو شکر یہ مجھے یہ کیونکر
 سلام اب جا رہی ہوں انہیں گھر
 لگا کر جائے کے دو چار چکر
 کہ بھینس جائے گی مکھی اب تو اگر
 بہت اچھا ہے میرے گھر کا منظر
 چنا پھر ناشتہ اُس نے وہاں پر
 جو آئے دیکھا پھر اُس کو مکر
 محبت ہے تمھاری نقش دل پر
 سنہرے بازوؤں کے ساتھ یہ پر
 لگی ہے ایک چھوٹی کلنی سر پر
 ذرا دکھلاؤ تو نزدیک آکر
 چلی آئی وہ بازو پھر پھڑا کر
 کہ خود ہی رہ گئی اُس میں انگ کہ
 خیال اُسکو تھا اچھی رنگتوں پر
 سمجھتی تاج تھی کلنی کو سر پر
 اُسے اک چھوٹے سے زینہ کی اوپر
 رکھتی کے ساتھ اُس کو دبا کر
 جسے کہتی تھی اپنا نرم بستر

نہ جانے اُس پہ کیا گزری مصیبت کبھی واپس نہیں آئی وہ جا کر
خوشامد کا یہی تو ہے نتیجہ ہزاروں لٹ گئے باتون میں اگر
خوشامد سے بچو کھاؤ نہ دھوکا رہو تم اس سے پوری طرح بچکر

جان گلین کا دلچسپ قصہ

(ڈبلیو کا پر)

یہ کہانی ہے جان گلین کی جو کہ لندن کا تھا بہت نامی
ساکھ اُس کی بہت تھی اور بہت گونہ تھی اُس کے پاس کچھ دولت
کیٹپن تھا پولس کے صیغہ کا اور قانون کا تھا وہ پتلا
اُس کی بی بی نے ایک روز کہا گو کہ شادی کو ہو گیا عرصہ
گرچہ گزرے ہیں اُس کو میں بس پر نہ دل سے کبھی گئی یہ ہوس
ایک دن تو خوشی منائیں ہم شادی کے دن کی یاد لائیں ہم
ہم رہیں جا کے "ایڈمنٹن" میں جو ہے مشہور سارے لندن میں
جا کے اس دن منائیں ہم شادی اور ہو ایک گھوڑوں کی بکھی
میں، سرے تینوں بچے، اولہن ایک ہی ساتھ جائیں سب منٹن
آنا تم پیچھے پیچھے گھوڑے پر خوب خوشیاں منائیں گے مل کر
جان گلین نے یہ جواب دیا کہ تمہاری ہون فتدر میں کرتا
عورتوں سے مجھے محبت ہے میری نظروں میں اُن کی عزت ہے

اس محبت کی مستحق تم ہو
 اس لئے ہے تمہارا کہنا قبول
 جو کہو گی وہی کروں گا میں
 ہوں میں کپڑے کا بیچنے والا
 میں بہادر ہوں اور دلاور ہوں
 اک چلا ہا جو دوست ہے میرا
 نیک بی بی نے اُس کی منہ سے کہا
 ہو رہی ہے شراب گو مہنگی
 لیکن اُس کو بنائیں گے گھر میں
 اُس کی بھرپور گے بوتلین اچھی
 جان گلین نے جو ش میں آگے
 اب تو پھولا نہیں سماتا تھا
 بائیں سن سن کے اپنی بی بی کی
 جانتا تھا کہ پاس گو زر ہے
 ایسی عزت کی مستحق تم ہو
 اب زیادہ نہ دیجے بات کو طول
 رغبت و شوق سے چلون گا میں
 جیسا ہوں جانتی ہے سب دنیا
 انتظامی پولیس کا افسر ہوں
 اپنا گھوڑا مجھے وہ دیدے گا
 خوب گھوڑے کا انتظام کیا
 پھر بھی وہ ہم کو دل سے پیاری
 اُس کا سوداے خام ہے سر میں
 ہوں گی جو صاف اور چمکیلی
 دونوں رخسارے اُس کے چوم لئے
 ناچتا تھا کبھی وہ گانا تھا
 ہو رہی تھی زیادہ اوس کی خوشی
 لیکن اس کی نظر بچت پر ہے

ہو گئی صبح آگئی بگھی
 دور گھر سے کھڑا کیا اُس کو
 یہ نہ سمجھو کہ ہو گئی مغرور
 پروہ دروازہ تک نہیں آئی
 تانہ سمجھے کوئی بُرا اُس کو
 اگیا کچھ دماغ میں ہے فتور

عورتیں، بچے، سب سوار ہوئے
 اُس میں چمچ جسم تھے خوشی ہو بھرے
 کھڑکھڑاہٹ میں اُس کو تھی عشرت
 جان گلپن جو تھا بہت ہی تھال
 اور چاہا کہ جلد سہ کے سوار
 نہ گئے ہوں گے چل کر تھوڑی و
 بڑی شکل سے پھر چڑھے اُس پر
 مڑ کے پیچھے جو اُس نے دیکھ لیا
 دیکھا ہیں تین آدمی در پر
 گو کہ اس وقت اس کو صدمہ ہوا
 کہ مصیبت کا سر پہ ہے آنا
 فیصلہ ہو گیا جو کپڑے کا
 خادسہ گھر سے چنچتی نکلی
 اور کمارہ گئی شراب بیان
 کہا گلپن نے اب خدا کی پناہ
 اس کو لے آو پاس تم میرے
 لاؤ وہ بیٹی کر کے تم نینار
 جب فواعد کبھی مین کرتا ہوں

ایڈمنسٹرن کا دل میں بیان کئے
 بوجھ تھے جو کہ اک مصیبت کے
 اور بھٹون کی بڑھ گئی حرکت
 اپنے گھوڑے کی اس نے پکڑ لی ہال
 کر لے گئی کے ساتھ مین رہو ار
 آ رہے گھوڑے سے زمین چھوڑ
 اور کیا پھر شروع اپنا سفر
 اپنے گھوڑے سے وہ اُتر آیا
 کپڑا لینے کو آئے ہن گھر پر
 لیکن اچھی طرح وہ جانتا تھا
 آتے سپہ کا ہاتھ سے جانا
 چلنے کے واسطے سوار ہوا
 بڑی مشکل سے زمین سے اتری
 آج کے دن کی ہے جو روح روان
 ہوئی جاتی ہے میری کھوٹی راہ
 رکھ دو بیٹی مین تو تلبین بھر کے
 باندھا کرتا ہوں جس مین میں تلو
 کار توس اُس مین خوب بھڑتا ہوں

بی بی تھی اُس کی ہوشیار بڑی
 اُن کو کھیتی تھی وہ عزیز بہت
 وہ شراب اُسکو ایک نعمت تھی
 تھا ہر اک مین مڑا ہوا دستہ
 مسئلہ جب کہ ہو گیا یہ حل
 تا مساوی ہوں وزن مین و نون
 پھر لبا وہ کو اُس نے اوڑھ لیا
 تاکہ وہ سر سے پیر تک چھپ جا
 اپنے گھوڑے پہ پھر وہ بیٹھ گیا
 چلا جاتا تھا ہوشیاری سے
 دوڑا ہموار راستہ پا کر
 پاؤں مین نعل بھی لگے تھے نئے
 اس لئے دوڑنے لگا سر پٹ
 اس نے چلا کے گھوڑے کو یہ کہا
 چننا اُس کا سب فضول گیا
 باگین کھینچیں بھی چھوڑیں بھی
 لاکھ گپین نے اپنا سر پٹکا
 جھک گیا اور پکڑی اُسکی ایال

بوتلین ڈھونڈیں جس نے پتھر کی
 تھی حقیقت مین باتمیز بہت
 اس سے اچھی طرح حفاظت کی
 جس کو پیٹی مین اُس نے ڈال لیا
 کہ برابر سے ہر اک بوتل
 اور پوری ہوں وزن مین و نون
 صاف تھا اور سرخ رنگ کا تھا
 بوتلین اُس کی کوئی دیکھ نہ پائے
 گھوڑا ہستنگی سے چلنے لگا
 خوب واقف تھا وہ سواری سے
 جس مین کچھ بھی نہیں تھا خوف و خطر
 اور سوار اُس پہ یہ ہو تھے نئے
 ہوئی گلپن کو جس سے گھبراہٹ
 نرم ہستہ اپنے پاؤں اٹھا
 گھوڑے نے جب نہ کچھ قبول کیا
 گھوڑا لیکن رکا نہ کچھ اٹکا
 نہ رکا اُس کا پاؤں سر پٹکا
 پوری قوت سے پکڑی تھا وہ بال

کیسی یہ آگئی تھی مشکل ہاتھ
 تھی جو حالت جناب گلین کی
 گھوڑا واقف نہیں تھا کچھ اُس سے
 اب تو اُس نے کنوئیاں بدلیں
 اور بھی دوڑنے لگا وہ تیسرا
 چلے جاتے تھے کچھ نہیں تھی خبر
 اپنے کپڑوں کی ہو خبر کیونکر
 ٹوپی اڑ کر ہو اسے دور گری
 عمر بھر میں یہ پہلی آفت تھی
 تھا ہوا میں لبا وہ یوں اُن کا
 جب کہ خود اُن کے چھکے چھوٹے
 جسم سے اُن کے خود بھی وہ تھا
 پھر تو ہر اک شخص نے دیکھا
 بوتلین جو کمر سے تھیں لٹکی
 قہقہوں کی مچی ہوئی تھی صدا
 ہر طرف بھونکنے لگے کرتے
 کھل گئیں کڑکیاں گھروں کی تمام
 کوئی کرتا تھا شادمان اُس کو

اُس کی گردن میں تھو حائل ہاتھ
اس کے بالکل نہیں تھے وہ عادی
کون سی چیز میرے پٹھہ پہ ہے
شوخیان اُس نے حد سے بڑھ کر کہیں
جب کہ دھوکے سے لگ گیا مہینہ
کہ لئے جارہا ہے گھوڑا کہ ہر
جب کہ چھائی تھی بے خودی اُن پہ
جس کی اصلاً خبر نہ اُن کو تھی
جان پر ادن کے اک مصیبت تھی
ہو پھر یہ جہاز کا جیسا،
کیا تعجب بٹن جو ٹوٹ گئے
اُڑ گیا وہ لیا وہ جیسے پتنگ
کہ لیے جاتا ہے کے گھوڑا
اُن پہ لوگوں کی جب نگاہ پڑی
یہی منظر تو اک ہنسی کا قصا
بچے گلپن کا منہ چڑانے لگے
پوچھتا تھا ہر ایک اُس کا نام
کوئی دیتا تھا گالیان اُس کو

اُس کی ہمت و استقامت تھیں جتنے منہ اُتسی ہی زبانیں تھیں
 ہر طرف اُن کی ہو گئی شہرت بعض شخصوں کو ہو گئی حیرت
 کہ یہ اتنا کمر پہ بوجھ لئے شہر طیبہ و وڑ خوب دوڑتا ہے
 خوب اس کو کمانا آتا ہے خوب سکھ جانا آتا ہے
 پاس دروازہ کے گیا جنم گھوڑا سرپٹ نظر پڑا جس دم
 پہرہ والوں نے اس کو کھول دیا اُس کو جانے کا راستہ جو ملا
 جا رہا تھا وہ سر جھکائے ہوئے موت کا دہیان دل میں لگا ہوا
 بوتلین دو لون آگئیں پیچھے اور منہ اُن کے ہو گئے ڈھیلے
 بگئی سب شراب رستے میں ہو گیا دل کباب رستے میں
 رحم آتا تھا و بچھکر اُس کو غش تھا گھوڑے کی پیٹھ پر اُس کو
 نہیں معلوم جا رہا تھا کہ ان پیٹھے سے اُس کے اٹھ رہا تھا ہوا
 یہ دھوان لے رہی تھی بکے شراب گویا گھوڑے کے بن رہے ہیں کباب
 پھر بھی وہ بوجھ کو اٹھائے ہوئے بوتلین پیٹی میں لگائے ہوئے
 چلا جاتا تھا وہ بصد عجلت دیکھ کر اُس کو سب کو تھی حیرت
 گدرا جب اس طرح سے سنگٹن اور جانے لگا وہ ایڈ منٹن
 پہونچا دریاے واش کے اوپر خوبصورت ہے جس کا ہر منظر
 بیچ سے وہ شرک کے جاتا تھا اور رومان کو ہلاتا تھا
 یوں چلا جا رہا تھا وہ مضطر ہنس جس طرح ہو کھلوری پر

اس کی بی بی نے اُس کو جب دیکھا
 ایک حیرت سی ہو گئی اُس پر
 پاس جب اُس کے آگیا گلپن
 بی بی نے یہ کہا یہی ہے مکان
 بڑی شکل سے آپ آئے اب
 گو کہ ہم تھک گئے ہیں سب کے سب
 کہا گلپن نے جو ہوئی حالت
 اُس نے روکا نہیں رکھا گھوڑا
 اُس کا مالک تھا "ویر" میں رہتا
 اس قدر تیز چارہ ہا تھا وہ
 اُس میں اُس تیر کی سی تھی چرائ
 اُس کے مالک کا آگیا جب گھر
 ہو گیا اس کے در پہ آ کے کھڑا
 کہ چلا آیا کیون یہاں گلپن
 ہاتھ سے اپنے رکھ کے اُس نے سگا
 کیا خبر ہے یہاں تم آئے کیون
 ننگے سر آ رہے ہو خیر تو ہے
 کچھ تو کہئے کہ حال دل کیا ہے
 جان گلپن بھی خوش مزاج تھا گو
 کہ چلا آ رہا ہے وہ کیسا
 گھوڑے پر ہے سوار وہ کیونکر
 اور حیرت بڑھا گیا گلپن
 جس مکان میں ہیں آج ہم یہاں
 ناشتہ ہو رہا ہے باسی سب
 شکر کی جا ہے آپ آئے اب
 کچھ نہ پوچھو گواہ ہے صورت
 اور آگے کو چسپل پڑا گھوڑا
 جو کہ دس میل فاصلہ پر تھا
 تیز پاؤں اُٹھا رہا تھا وہ
 پھینک دے جس کو کوئی تیر انداز
 تو ہوا ختم گھوڑے کا سپندر
 اُس جلا ہے کو اک تعجب تھا
 آج تو جا رہا تھا یہ سنٹن
 کہا، کیجئے تو حال دل اظہار
 اور سنٹن نہ بچانے پائے کیون
 یا یون ہی چل پڑے ہو سیر تو
 خیریت ہے ؟ مزاج اچھا ہے ؟
 نہ ہنسائیں کے اُس کی باتوں کو

یہ کہا اُس نے کیا بتاؤں حال
 چو نکمہ گھوڑے کو تھا بیان آنا
 در نہ گھوڑا جو مانست اکنتا
 میری ٹوپی بھی میرے سر ہوتی
 جب بھلا سے نے یہ جواب سنا
 اورے آیا اپنی اک ٹوپی
 اُس نے ٹوپی کو دے کے اُس سے کہا
 ٹھیک سر پر تمہارے آئیگی
 آئے جھاڑ دوں میں کپڑوں کو
 کھانا حاضر ہے تھوڑا سا کھالو
 کہا گلپن نے یہ ہے سال گرہ
 طعن و تشنیع دیگی سب دنیا
 ایڈمنٹن میں وہ، بین دیر میں ہوں
 وہ وہاں کھائیں ہم یہاں کھائیں
 کر چکا بات ختم جب اپنی
 اُس سے کہنے لگے کہ چلے ابھی
 اپنی مرضی سے تم یہاں آئے
 اب مری مرضی کی چلو تم چال

آپ کے گھوڑے کی ہی بیب چال
 حکم اُس کا پڑا، بجالانا
 ننگے سر کس لئے یہاں آنا
 وہ سڑک پر کہیں پڑی ہوگی
 ہو کے خاموش اپنے گھر میں گیا
 جو ہر اک حال میں مناسب تھی
 ہے مرا سر تمہارے سر سے بڑا
 نہ سبک سر تمہیں بناے گی
 تاکہ گرد و غبار سے نکالو
 بھوک ہوگی بہت، کہا مانو
 میری شادی کا دن ہو یہ واسطہ
 کہا نا ہرگز یہاں نہیں اچھا
 آگیا ریوڑی کے پھیر میں ہوں
 کیسے ممکن ہے آپ منہ اٹھیں
 ٹھوکی پیٹھ اس نے اپنی گھوڑے کی
 فکر اب ہو گئی ہے کھانے کی
 حکم میرا نہ تم بجالائے
 تاکہ ہو دور سب کا رنج و ملال

گفتگو اُس کی سب گئی بیکار
 اُس نے جو کچھ کہا تھا وہ نہ کیا
 اک گد ہا زور شور سے چیخا
 وہ گد ہا شیریں گیس گویا
 جس طرح پہلے تیز آیا تھا
 پوری طاقت سے نو بختا تھا
 اڑ گئی اُس کے سر کی پھر ٹوپی
 کیونکہ وہ سر سے تھی بہت ہی بڑی
 اُس کی بی بی نے اُسکو پھر دیکھا
 پہلے کی طرح اُس کی حالت ہو
 یہ کہا اُس نے گاڑی والو سے
 خیریت اور سلامتی سے وہ آئے
 مین بہت سے روپے تمہیں دی گئی
 گاڑی والے نے جا ملایا انہیں
 چاہا گھوڑے کو روک کر اپنے
 لیکن اُس کا جو اس سے مطلب تھا
 بلکہ اُس سے بھڑک اٹھا گھوڑا
 جہاں گلپن تو آگے آگے تھے

اپنی تقدیر سے رہا لاچار
 ہوتا ہے سر غور کا نیچا
 جس سے گھوڑا بھڑک اٹھا اُسکا
 تیر کی طرح پھر وہ چل نکلا
 اُس سے بھی تیز تیز چلنے لگا
 جان گلپن کے تھے جو اس خطا
 پہلے سے اب تو بلند ہی کہو دی
 اس لئے اڑ گئی بہت جلدی
 کہ چلا آ رہا ہے وہ بھسا گا
 کچھ عجیب و غریب صورت ہے
 میرے شوہر کو تم جو لے آئے
 تم اگر اُن کو جا کے لے آئے
 اور احسان خوب مانو نگی
 اور بُری حالتوں سے پایا انہیں
 کہ لگام اُس کے گھوڑے کی پکڑے
 وہ کسی طرح سے نہ پورا ہوا
 اور بھی دوڑنے لگا گھوڑا
 اور اُمیس ساتھ تھا اُن کے

گاڑی والے کا گھوڑا ہی غضب
 اُس نے گاڑی کو توڑ ڈالا سب
 بوجہ سے اُس کے اُس نے پانی بچا
 اور آزاد ہو گیا بد ذات
 خوب ہی دوڑنے لگا وہ بھی
 اپنے ساتھ ہی سول گیا وہ بھی
 دیکھا لوگوں نے حال یہ اُنکا
 کہ چلا آ رہا ہے اک گھوڑا
 اُس پہ گلپن سوار آتے ہیں
 اور بے اختیار آتے ہیں
 دوسرا گھوڑا ساتھ ہے خالی
 اور سے سائیس کی بھی بد حالی
 سب نے چلا کے شور و غل جو کیا
 مستحق ہو کے سب نے یہ جو کہا
 ٹھہر جا چور جا رہا ہے کمان
 ایسے ڈاکو کا اب ملا ہے نشان
 اُن کی آواز کو سنا جس نے
 وہ بھی کہنے لگا کھڑا ہو کے
 گدرا دروازے سے وہ کھٹکے
 تھے قدم گھوڑے کے جو سر پٹکے
 یہ سمجھتے تھے پھر سے والے بھی
 دوڑ یہ دوڑتا ہے کیسا اچھی
 یہ گیا تھا اچھی، ابھی آیا
 اس نے انعام خوب ہی پایا
 اپنی بازی کو کیوں نہ پریتے
 جب کہ وہ جا کے شہر میں پہونچا
 جس جگہ سے گئے وہاں آئے
 گوچر اس اُس کے ہو گئے زائل
 شہر والوں کو ہو گئی حیرت
 اب تو گلپن ہے اور ہے لندن
 اس نے گاڑی کو توڑ ڈالا سب
 اور آزاد ہو گیا بد ذات
 اپنے ساتھ ہی سول گیا وہ بھی
 کہ چلا آ رہا ہے اک گھوڑا
 اور بے اختیار آتے ہیں
 اور سے سائیس کی بھی بد حالی
 مستحق ہو کے سب نے یہ جو کہا
 ایسے ڈاکو کا اب ملا ہے نشان
 وہ بھی کہنے لگا کھڑا ہو کے
 تھے قدم گھوڑے کے جو سر پٹکے
 دوڑ یہ دوڑتا ہے کیسا اچھی
 اس نے انعام خوب ہی پایا
 کیسا جاتا ہے گھوڑا دوڑا کے
 اک جگہ ہو گیا کھڑا گھوڑا
 کوئی پوچھے کہ ساتھ کیا لائے
 مفت کی سیر ہو گئی حاصل
 اور لندن میں ہو گئی شہرت
 ہو گئی ختم داستان کہن

کنگ کی عمر ہو دراز حندا اُس کا اقبال و مرتبہ ہو سوا
اور گلپن کی عمر بھی ہو بڑی اور پھر ہو سواری گھوڑے کی
میں بھی مشتاق دیکھنے کا ہوں کاش میں اُس کی شکل کو دیکھوں
آرزو مند جس کا ہو "کا پر" اُس کا مشتاق کیون نہ تو قہیں

دیوانہ گشت

(ایبور۔ گولڈ اسٹمپ)

ہر ایک قسم کے لوگ اس پر آج کان دھریں
مری کہانی کو سن کر ذرا وہ غور کریں
اگرچہ لکھا ہے یہ قصہ مختصر میں نے،
مگر رکھی ہے ہر اک بات پر نظر میں نے

تھا ایک قصبہ میں اک مرد عالم و دیندار
تھا شغل ورد و وظائف ہی اُس کا لیل و نہار
ہر ایک وقت عبادت میں رہتا تھا مشغول
دعا جو کرتا تھا بے شک وہ ہوتی تھی مقبول

اور اس کے پہلو میں ایک مہربان دل بھی تھا
ہر ایک شخص کو آرام جس سے پہونچا یا،

ہر ایک صبح وہ دیتا تھا کپڑے ننگوں کو
ہر ایک صبح کھلاتا تھا کھانا بھوکوں کو

بہت سے کہتے تھے اس قصبہ میں ہر اک کے بیان
تمام قصبہ میں رہتا تھا اُن سے شور و فغان
ہر ایک قسم کے تھے پالتو بھی جنگلی بھی ،
بہت سے نیک تھے اور تھے بہت سے وحشی بھی

تھا ایک پالتو کتا مکان میں عابد کے
بہت غریب نظر آتا تھا وہ صورت سے
نہ ہوتا تھا وہ گناہوں سے ایک دن اوجھل
غضب ہوا کہ وہ اک روز ہو گیا پاگل

ستم یہ اُس پر کہ عابد کے پاؤں میں کاٹا
تمام قصبہ کے لوگوں کو ہو گیا سکتا ،
ہر اک نے کہا لی قسم اور مل کے سب نے کہا
نہیں ہے شک کہ یہ کُتّا ہوا ہے دیوانا

تھے اُس کے پاؤں میں زخم ایسے سخت اور گہری
 ہر ایک کہتا تھا ہرگز نہ ہوں گے یہ اچھے
 کمال یاس و الم میں تھے سارے پیرو جوان
 سمجھتے تھے کہ یہ ہے تھوڑی دیر کا مہمان

مگر خدا نے بہت جلد اُس کو جھوٹ کیا
 ہر اک کے دل میں عقیدت کا اُس کے جوش بڑھا
 یہ دیکھا سب نے کہ جلدی سے مر گیا کُتّا
 اور اُس کا پاؤں بہت جلد ہو گیا اچھا

ناس کی ڈبیا

(اسے نن)

اک مدرس نے جو کہ گاؤں کا تھا اپنے شاگردوں سے بُلا کے کہا
 امتحان اب تمہارا ہوتا ہے منتہن جلد آئے والا ہے
 تم کو جغرافیہ نہیں ہے یاد ہاے سخت گئی مری برباد
 آزمائش اگر کرے گا وہ قہر کی پھر نظر کرے گا وہ
 شکل تم سے زمین کی پوچھو گا نہ بتائی تو خوب بگڑے گا
 اس لئے تم سے پوچھ بیٹھے اگر دیکھنا میری سمت ایک نظر

میں بتا دوں گا ناس کی پنا جس سے فوراً سبھیں آکر لگا
دیکھ لینا تم اس کی گولائی اور نہ کرنا طنز کی کوتاہی

دو تھیں پاس اُس کی ناس کی پنا رکھی رہتی تھیں ہر گھڑی جو وہاں
وہ دونوں ڈبیان اگرچہ تھیں اچھی ایک تھی گول، اک مربع تھی
لاتا چو کور تھا وہ کل ہفتہ دوسری کو بروز یک شنبہ
امتحان جب کہ آگیا سر پر اور دوڑائی مٹھن نے نظر
ایک لڑکے کا نام لے کے کہا یہ بتاؤ زمین کی شکل ہے کیا
وہ بتانے بھی کچھ نہ پایا تھا کہ لگا کہنے دوسرا لڑکا
یاد پر اپنی ناز اُس کو تھا مڑکی استاد کی طرف دیکھا
اور کہنے لگا جناب سنیں یاد جو مجھ کو ہے اُسے دکھیں
روز یک شنبہ گیند جیسی ہے اور چھ دن مربع رہتی ہے

کہانی چھوٹے بچے کو انگوٹھا چوڑی کی

(ڈاکٹر ہنریج)

کہا ناصر سے یہ ناصر کی مان نے بلایا ہے مجھے محمود خان نے
اکیلا چھوڑ کر جاتی ہوں باہر اٹھانا رو کے تم گھر کو نہ سر پر
نہیں لازم انگوٹھا چوسنا ہے کہ اس کا چوسنا بالکل بُرا ہے

بڑا لانا سا آجاتا ہے درزی
 انگوٹھا چوستے ہیں جو کہ بچے
 سمجھتے ہی نہیں ہیں اُس کو بچے
 ادھر منہ موڑنا تھا اسکی ماں کا
 انگوٹھا منہ میں تھا اُس کو کہ آیا
 بہت ہی سخی سخی آنکھیں ہیں اسکی
 کہ جس کے پاس ہے اک تیز قینچی
 انگوٹھے کاٹ لیتا ہے وہ اونکے
 کہ وہ آجاتا ہے قینچی کو لو کہ
 ادھر لایچ بڑھا اُس کی زبان کا
 وہی درزی کہ جس کا کہہ دیا تھا
 لئے تھا ہاتھ میں وہ تیز قینچی

ادھر ناصر نے ماری چیخ ڈر کے
 جب آئی گھر میں اسکی ماں تو دیکھا
 بتاتا ہے انگوٹھے اپنے دونوں
 کہا ماں نے کہ میں تو جانتی ہوں
 انگوٹھا چوستے ہیں جب کہ بچے
 ادھر دونوں انگوٹھے کٹ گئے تھے
 کھڑا رہتا ہے ناصر بے سنا سنا
 جو اُس کے دانتوں سے زخمی تھے دونوں
 بہت اچھی طرح پہچانتی ہوں
 تو درزی کاٹ لیتا ہے انگوٹھے

چھوٹے سے تارے کی جگہ گاہٹ

(اے ن)

ہمیشہ چمکو! چمکو! چھوٹے تارو
 بندری پر تم ایسے ہو جہاں میں
 تعجب ہے مجھے تم پر کہ کیا ہو
 جڑے ہوں جیسے حیرے آسمان میں

لیا سورج نے جب مغرب رستا تو پھر شبنم سے سبزہ خوب بھیگا
تم اپنی مختصر سی روشنی کو دکھاتے جگمگا کر رات بھر ہو

جرے ہو کیسے نیلے آسمان میں تم اکثر جھانکتے ہو ہر مکان میں
کمان رہتے ہو تم پوشیدہ ہو کر نکلتا جب ہے سورج آسمان پر

تمہاری روشن اور چھوٹی یک رنگین مسافر کو دکھاتی راستہ ہیں
نہیں معلوم گو مجھ کو کہ کیسا ہو مگر تم چکو! چکو! چھوٹے تارو

کتاب پیش کی دوکان پر ایک خط

(میری نمیب)

بہت ہی خستہ حالت اور غربت میں تھا اک بچہ
کتابین بیچنے والے کی دوکان پر اُسے دیکھا
کتابین کھول کر پڑھتا تھا لپٹائی نگاہوں سے
کبھی وہ دیکھتا تھا اُن کو گھبراہٹ سے
کتابین اس طرح پڑھتے ہوئے پایا اُسے جیسے
بجائے پڑھنے کے وہ اس کو کھا جائے گا بے کھٹکے

کتابین بیچنے والے نے دیکھا اور کہا سُنئے
 خریدی ہی نہیں کوئی کتاب آکر کبھی تم نے
 تو یہ ہے غیر ممکن تم کتابین دیکھ لو آکر
 اگر شایق ہو تو ان کو خریدو دام کچھ لا کر
 بھری لڑکے ڈٹھنڈی آہ، اور رستہ لیا اپنا
 بھرا کے آنکھوں میں آنسو کہا افسوس ہی اس کا
 مجھے اے کاش میرا باپ پڑھنا ہی نہ سکھاتا
 نہ پڑھ سکتا تو پھر ایسی کتابوں پر نہ لپچاتا
 غریبوں کو جو کلیفون میں منے مبتلا پایا
 امیرون کو کبھی احساس ہی ہوتا نہیں اس کا
 اسی صورت سے میں نے دوسرے لڑکے کو دیکھا ہے
 مجھے معلوم ہوتا تھا کئی دن کا وہ بھوکا ہے
 کبھی بازار میں آنکھوں سے گوشت اُسے نہیں کھا
 بہت نازک ہے یہ حالت مجھے افسوس ہے اس کا
 وہ اچھے کہا نون کی کرتا تھا خواہش اور نہ تھاپیہ
 تعجب ہے کہ اس حالت سے وہ کیونکر رہا زندہ
 مگر دیکھا گیا ہے اسکو، یہ کمکر تھا وہ روتا
 خدا نے پیٹ ہی مجھ کو نہ کھانے کا دیا ہوتا

تالاب

(جان ٹیلر)

بہت ہی خوبصورت ایک تھا تالاب قصبہ میں
 کہ جس کی وجہ سے سب پیڑ تھے شاداب قصبہ میں
 بنفشہ اور کنول کے پھول تھے پھلے ہوئے اس میں
 زمین پر جھک پڑی تھیں کر کے سایہ ان کی سب تھیں
 بطون کی اک جماعت بھی رہا کرتی تھی پانی میں
 بہت اچھی نظر آتی تھی جن کی صف - روانی میں
 جو پودے پاس تھے تالاب کے مسکن وہ اُن کا تھا
 خوش خرم رہا کرتی تھیں اور ہرگز نہ تھا کھٹکا
 ہمیشہ مسئلے تھے مختلف جو بحث بین اُن کے
 کیا کرتی تھیں اُن پر بحث فارغ ہو کے کاموں سے
 سمجھنے کی بہت کی مین نے کوشش کان دھ کر
 مگر ہر وقت رہتا تھا مین افسوس ہی کر کے
 مجھے اقرار ہے اس کا کہ یہ تقاسم ایسا
 کہ جس نے میرے سارے عام کو بیکار کر ڈالا
 کنارے پر مگر بیٹھا ہوا اک بط کا بچہ تھا
 بطون کو آتے جاتے دیکھ کر خوشاد ہوتا تھا

بطین پانی میں دم اوپر کئے غوط لگاتی تھیں
 کبھی منہ نیچے کرتی تھیں کبھی گردن اٹھاتی تھیں
 تماشا دیکھ کر سچہ بہت ہی خوش نطشہ آیا،
 اور اپنے دل میں اس نے فیصلہ کرنے کو یہ سوچا
 کہ جیسے اڑنا ویسے تیرنا دونوں ہی ہیں آسان
 تعجب سے کچھ کو منع کیوں کرتی ہے میری ماں
 یہ سوچا بے وقوفی سے کہ کچھ خطرہ نہیں اس میں
 بجائے خوف کے دونی مسرت ہے کہیں اس میں
 یہ میرے پیر اور بازو قوی ہیں اور اچھے ہیں
 بڑوں کے پاؤں جیسے ہوتے ہیں ویسے ہی میرے ہیں
 نیکی چوہے گویا میری، ان کی گول چونچیں ہیں
 یہ ہو سکتا نہیں، ڈوبیں اگر اس کو سبب جانیں
 بطون کی طرح میں بھی تیر سکتا ہوں جو پانی میں
 تو پھر کیا بات ہے بیٹھا رہوں میں پاسبانی میں
 میں قسمت آزمائی کر کروں تو کچھ نہیں بیجا
 کہ اس سے کام کرنے کا طریقہ سیکھ جاؤں گا
 غضب ہے میری ماں کرتی ہے مجھ کو منع پانی سے
 مگر لیتا ہوں دل چسپی میں پانی کی روانی سے

نہ سمجھا کچھ وہ بچہ اور پانی میں گیا اڑ کر
 مگر معلوم اُس کو ہو گیا تالاب کے اندر
 کہ میری مان کی تھی جو کچھ ہدایت سب سے سچی تھی
 حقیقت میں جو کہتی تھی وہ بالکل ٹھیک کہتی تھی
 لگا پانی میں بازو پھڑپھڑانے اور گھرایا
 بہت کی اس نے کوشش اور سر پانی سے نکرایا
 یہ کوشش کی کہ وہ پانی سے خشکی میں نکل آئے
 پڑی سے جو بلاے ناگمان سر پہ وہ مل چلے
 مگر جو وقت تھا وہ ہاتھ سے جاتا رہا اس کے
 بہت ہی غیر ممکن تھا کہ بچ جاتا وہ پانی سے
 زیادہ جتنی کوشش کی گیا اتنا ہی گھر سے میں
 وہ جتنے پھڑپھڑاے پر بڑا اتنا ہی گھر سے میں
 بالآخر اُس کی کوشش ہو گئی بیکار، وہ ڈوبا
 قضا نے آدبو چاہو گیا پانی ہی میں ٹھنڈا
 وہ مر کر پیٹ کے بل تھوڑے ہی عرصے میں تیر آیا
 بلوں نے آکے جب دیکھا تو پھر اس کو مرا پایا
 بہت ہی شور و اویلا مچا یا اور کیا ماتم
 غرض بچے کا ماتم کر چکین جب مل سکے سب باہم

تو ظاہر ہوتا تھا لظرون سے اور سنجیدہ پہرون سے
کہ اُن کی گفتگو بیچے کی پہلی معصیت پر ہے
کہ جو مان باپ کا کہنا نہ مانے گا یہی ہو گا ،
بزرگوں کی بزرگی کو نہ جانے گا یہی ہو گا

بچہ اور سائپ

مہمان محمود کو ہر صبح دم کھانے کو ملتی تھی ،
غذا اُن کی صفت رہتی جو تازہ دودھ اور روٹی
سائپ ڈھن جو اک دن ساتھ اپنے ناشتہ کے کر
گیا اک صاف اور شفاف چشمتے کے کنارے پر
یہ سمجھی بات اچھی ہے اجازت مان (بھی دیدی
کہ اپنا ناشتہ لے جا کے کھاے ہو جہان مرضی
لی جو اسکو آزادی چلا جاتا تھا چشمہ پر
چوٹیں و خرم اچھلتا اور اپنا ناشتہ لیکر
سنا یہ اُسکی مان نے پاس اُسکی اتنی ہو چڑیا
کیا کرتا ہے باتیں اُس سے اُس کا رنگ ہو ہوا
کہا یہ اُس کی مان نے نہیں سمجھتی ہوں کہ یہ چڑیا
سویرے روز آکر ساتھ اس کے کھاتی ہے کھانا

یہ ممکن ہے محبت ہو گئی ہو دونوں میں باہم
 چمکتی کس قدر ہے اور ملا کیم جیسے ہوش بنم
 وہ اگلے دن گئی چھپ کر میان محمود کے پیچھے
 یہ دیکھا، ناشتہ لیا کے رکھا گھاس پر اُس نے
 جو یہ دیکھا تو آنکھیں بند کر لیں خوف کے مارے
 کہ اُس کے بچہ نے روٹی رکھی ہے سانپ کے آگے
 بچھا یا اُس نے دسترخوان جسم گھاس پر جا کر
 تو بیٹھا آ کے دہشت ناک مہمان ایک کے تیرے پر
 کہا محمود نے مان سے نہ ڈرنا تم کبھی اس سے
 مگر خاموش رہنا یہ کہے دیتا ہوں سُن لیجے
 اگر آواز نکلی سانپ ڈر جائے گا گھبرا کر
 لگاے کا یقیناً زخم زہر ملا وہ دونوں پر
 یہ سُن کر اُس کی مان خاموش اک کو نے مین جا بیٹھی
 ہے حرکت دوسری شے سانس بھی مشکل رہتی تھی
 یہ دیکھا اُس نے بچہ کو کہ وہ چمچ اٹھاتا ہے
 دیر سے وہ چمچ اُس کے سر پر تھپتھپاتا ہے
 بہت ہی بے تکلف کر رہا ہے بات چیت اُس سے
 کہ جیسی گفتگو کرتا ہو کوئی دوست سے اپنے

کبھی کہتا تھا اُس سے دور بیٹھو ہٹ کے تم مجھ سے
 تو دیکھا ستانپ اُس سے دور ہٹ کر بیٹھ جاتا،
 سمجھتا ہے، بُرا جب کو کہا اُس نے تھا ہو کر
 ہلا کرتا ہے خود بھی مارے غصہ کے وہ کھا لے
 وہ پھر آ جاتا ہے نزدیک اور مُنہ کو بڑھاتا ہے
 مگر مجھ و چچے اُس کے سر پر تھپ تھپاتا ہے
 یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے الگ بیٹھو، الگ بیٹھو
 جو میں کہتا ہوں سن لو کان دھر کر خوب ہی اُس کو
 گیا اب خوف، کھانا کھا چکا، بچہ اٹھا کھا کر،
 خدا حافظ کہا اُس سے کہ اب جاتے ہیں انگوٹھ
 جو مان کے دل میں ڈر بیٹھا ہوا تھا دل سے انکلا
 خوشی دل میں سمائی جب کہ بچہ کی طرف دیکھا
 سنا بچہ سے یہ کہتے ہوئے، جاتے ہیں اپنے گھر
 فراغتِ ناشتہ سے ہو گئی، کل آئین گے لے کر
 یہ کھ کر تیزی سے اپنے قدم بچہ اٹھاتا ہے
 بہت بٹاش ہوتا ہے جو گھر نزدیک آتا ہے

مریم کی ہمیانی

(الزبتھ ٹرنر)

رہا کرتی تھی مریم کی چچی جب گاؤں میں اپنے
 تو مریم کو بلایا، وہ محبت کرتی تھی اُس سے
 بنائی سوئیون کی اُس نے اک چھوٹی سی ہمیانی
 بہت ہی خوبصورت کار آمد اور لاشانی
 عطا کی اُس نے مریم کو ہوئی خوش اس کو وہ لیکر
 رہی کچھ دن چچی کے پاس پھر وہ آئی اپنے گھر
 وہ ہمیانی بنائی تھی بہت اُس نے صفائی سے
 رکھا کرتی تھی وہ اُس کو چھپا کر چھوٹے بھائی سے
 بہت تعریف کی لوگوں نے ہمیانی کی جیسا اُس سے
 تبکرا گیا اُس میں بڑی سخت یسٹن کے
 جو دیکھا اُس کی ماں نے یہ تبکرا جی میں یہ سوچی
 گھٹے اس کا تبکرا اور رہی قائم وہی چستی
 کہا مریم سے اُس شہد کا چھتر بتاؤن میں
 بنی ہے اُس میں جو صنعت وہ اب تم کو دکھانیں
 یہ چھوٹی یکون کا کام ہے اُس کو ذرا دیکھو
 اور اپنی دیکھ کر ہمیں انی خود ہی فیصا کرلو

بست کچھ دم بھرا کرتی ہو اپنی قابلیت کا
 ذرا اندازہ کر لو اپنے دل میں ان کی صنعت کا
 کرو انصاف تم خود ہی لگا سکتے ہو انسان کا
 کہ وہ ہے مکھن کا کام اور یہ کام انسان کا
خط کیونکر لکھتے ہیں

کسی کو لکھنے بیٹھی خط مگر مریم نہ یہ ^(از بھٹہ ٹرنر) سمجھی
 کہ اس کی ابتدا کیونکر کرے وہ گولا لکھ وہ سوچی
 مگر جس بات کو وہ چاہتی تھی وہ نہیں آئی
 نہ آیا جب ^{بھٹہ} میں، پھر تو اپنے دل میں گہرائی
 سلیٹ اور لیکے پنسل پاس وہ مان گئی اپنے
 وہ اُس پر رہ گئی پنسل سے بس پیاری ہن لکھو
 اور اُس کے بعد لکھا اُس نے تاسیخ اور مہینہ کو
 جو دیکھا اُس کی مان نے، بولی یہ مجھ کو بتاؤ تو
 تم اپنے وقت کو کیوں سفت میں برباد کرتی ہو
 جو کچھ کہتی ہوں میں اوس پر نہ ہرگز کان ہرتی ہو
 قلم کا غد، تمہارا وقت سب برباد ہوتا ہے،
 کہیں ان صورتوں سے خط کا لکھنا یاد ہوتا ہے

مگر یہ بات اچھی ہے کہ نیسل سے الگ لکھ لو
 عبارت کو بناؤ ٹھیک اور پھر صاف تم کر لو
 مگر اک قاعدہ تم کو بتاتی ہوں سنو اس کو
 اُسے موجود اپنے سامنے سمجھو جسے لکھو
 یہ سمجھو تم، بہن ہو پاس گر موجود پھر اُن م
 کرو گی اس سے کیا باتیں جو کر سکتی ہو تم باہم
 یہی سوچو، لکھو، پھر اپنی باتوں کو قلم سے تم
 زبان سے گو ہو چپ پر بول سکتی ہو قلم سے تم

اُن کا کیا ہوا

(اے نن)

ایک چو ہاتھا، ایک چو ہپا تھی	زندگی اُن کی تھی بہت اچھی
ایک سوراخ میں وہ رہتی تھی	دونوں کے دونوں تھے بہت کالی
دونوں تھے کالے رنگ کے ایسے	جادو گرئی کی بلی ہو سب جیسے
جیسے چو ہے کی، ویسی چوہا کی	دونوں کی دم تھی گول اور لابی
دونوں میں خوب ہی محبت تھی	ایک کو دوسرے سے الفت تھی
اورد دونوں کی تھا زبان پر ہی	وم تمھاری ہے خوب ہی اچھی
دونوں نے اک پنیر کو سونگھا	اور کہا یہ تو سب سے ہے اچھا

مل گئی اب تو ہم کو یہ نعمت اس کے کھانے میں ایسی لذت
 جب کہا یہ تو کر کے کچھ سمجھت اس کے لینے کی پھر تو کی جرات
 میں نے دیکھا کہ اُن کو بھی آفت اور اٹھانی پڑی بڑی محنت
 یہ تو دیکھا کہ وہ گئے اندر اور سو نکھا پنیر کو لے کر
 میں نے دیکھا تھا اُن کو جتا ہوا پھر نہیں دیکھا واپس آتے ہوئے
 نہیں معلوم اُن پہ کیا گزری کہ نہیں آئے جا کے پھر وہ کبھی

چشم

(بے آر۔ لودل)

دھوپ میں روشنی سو تھا بھر پور یوں چمکتی تھیں موجیں جیسے نور
 صبح سے شام تک چمکتا تھا موجیں لیتا تھا اور دمکتا تھا
 چاند کی روشنی پڑی اُس پر تھی سفیدی میں برف سے بڑھ کر
 اور سوانے جگا دیا جو اُنہیں پھول کی طرح کھل گئیں موجیں
 تاروں کی روشنی میں پھر دیکھا اپنے جھاگوں میں موجیں لیتا تھا
 دوپھر میں سکون تھا اُس کو خوش و خرم تھا دن میں ہر دم جو
 حرکت میں نظر پڑا ہنس مکھ جیسے اُس کو نہیں ہی کوئی دکھ
 موجیں بڑھتی تھیں آسمان کی طرف آ رہی تھیں مرے مکان کی طرف
 ہمنے تھکتے اُسے نہیں دیکھا چلتا رہتا ہے گر چہ صبح و مسا

کوئی موسم ہو خوش اُسے دیکھا
اے ہمیشہ کے بہنے والے تو
تجھ میں فطرت بھری ہوئی ہو
تیری حالت ہمیشہ ہو یکساں
نہ تری آرزو ہی بر آئی
صبر تیرا کبھی نہ ہو گانہ خستم
روشنی ہو کہ ظلمت باطل
میرا دل بھی تری طرح ہو جائے
اک تلوں ہو اس میں بھی پیدا
کبھی ناخوش اُسے نہیں پایا
نہیں پاتا ہے چین کا پہلو
رنج دیتی نہیں کبھی تجھ کو
آندہ بیان آئین یا کہ ہبوطِ فغان
نہ وہ تیری زبان پر آئی
اور عہد خوشی نہ ہو گانہ خستم
ہیں عناصر میں تیری وہ داخل
رہے تازہ کسی نہ مرجھاے
موجزنِ تری کا ہو دریا

پہاڑ اور گلہری

(آر۔ ڈبلیو۔ امرسن)

پہاڑ اور گلہری کی سُننے لڑائی
گلہری کو کتنا تھا وہ چوڑھوٹا
کہا اُس نے تم مجھ سے بیشک بڑے ہو
اگر موسموں کو اکٹھا کریں ہم
تو مل کر یہ سب سال ہوتا ہو بیشک
نہیں کوئی ذلت ہے اس میں کسی کی
کیا کرتے تھے دونوں اپنی بڑائی
گلہری کا اس سے بڑھ کر کتنا غصہ
مگر چھوٹی سی بات پر کیوں لڑتے
ہر اک قسم کی چیزوں کو بھی کہیں ہم
نہو یہ تو کب سال ہوتا ہو بیشک
زمین نے اگر کچھ جگہ مجھ کو دیدی

تمہاری طرح گو نہیں ہوں بڑی مین مگر ایک جا بھی نہیں ہوں کٹری مین
 مری طرح چالاک بھی تم نہیں ہو مری طرح بے باک بھی تم نہیں ہو
 تمہیں اس سے ہرگز نہ انکار ہوگا کہ میرے لئے راستے میں لکھو کھا
 مگر اس کا اقرار بھی تم کرو گے نہیں اس سے انکار بھی تم کرو گے
 کہ ہر ایک کی قابلیت چھاپے نہیں دخل کچھ اس میں شک کئے ذرا
 خدا کے نہیں کام حکمت سر خالی کوئی شے نہیں اس کی قدرت سے خالی
 نہیں مین لکھ سکتی جنگل جو سارا تو تم توڑ سکتے نہیں ایک چھلکا

بوڑھی مان ہارٹ

گئی ایک بوڑھی عورت لینے کھانا (نہری رالم)
 بڑھی الماری کی جانب بے جلدی کہ تھا بھوکا بہت ہی اُس کا گٹ
 مگر جب اس نے الماری کو دیکھا اور اُس کے واسطے لائی وہ ہڈی
 ملی گئے کو کچھ بوٹی نہ ہڈی تو وہ خالی تھی کھانا کچھ نہیں تھا
 گئی باورچی کی دوکان پہ گھرتی رہا وہ دیکھتا صورت کو اُس کی
 مگر جس وقت واپس آئی گھر پر کہ گئے کے لئے روٹی خریدے
 گئی بازار میں وہ نیم جان سی پڑا تھا مردہ اُس کا گٹا در پر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کفن اُس کے لئے آئی جلدی
 گئی بازار پھر لینے کو روٹی کہ اُس کا گٹا بیٹھا ہنس رہا تھا
 بہت کچھ صاف کر کے وہ رکابی

مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی وہ مچھلی والے کی دکان پر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی می خانہ میں وہ جلدی جلدی
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی وہ ہو کے پڑ مردہ سراے
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی دوکان پر وہ ٹوپون کی
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی نائی کی دوکان پر کہ اس سے
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی وہ میوے والے کی دکان پر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی درزی کے گھر تالامی جا کر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی وہ جوتہ والی کی دکان پر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی وہ کپڑے والی کی دکان پر
 کہ اس کا کتا حستہ پی رہا تھا
 کہ رکھے مچھلیاں تھوڑی سی لاکر
 کہ وہ بیٹھا رکابی چاٹتا تھا
 شراب اس کے لئے آئی تھی
 کہ اس کا کتا کرسی پر تھا بیٹھا
 شراب اچھی جو مل جائے تولائے
 کہ اس کا کتا سر کے بل گڑھا تھا
 کہ اس کے واسطے لڑائے ٹوپی
 کہ وہ بلی کو روٹی دے رہا تھا
 وہ اک بالون کی ٹوپی کو خریدے
 کہ کتا خوب اس کا ناستا تھا
 کہ رکھے تھوڑا سا میوہ وہ لاکر
 کہ وہ کتا بجاتا بانسری تھا
 وہ کوٹ اپھا سا اور پٹنہ آکر
 وہ گھر کی بکری کے اوپر تھا بیٹھا
 کہ لائے اس کا جو تہ دام دیکر
 کہ وہ انجا رہیٹھا پڑھ رہا تھا
 کہ کچھ کھڑا خریدے آج جا کر

تمہاری طرح گوئیں ہوں بڑی مین مگر ایک جا بھی نہیں ہوں کٹری مین
 مری طرح چالاک بھی تم نہیں ہو مری طرح بے باک بھی تم نہیں ہو
 تمہیں اس سے ہرگز نہ انکار ہوگا کہ میرے لئے راستے میں لکھو کھا
 مگر اس کا اقرار بھی تم کرو گے نہیں اس سے انکار بھی تم کرو گے
 کہ ہر ایک کی قابلیت جدا ہے نہیں دخل کچھ اس میں شک نہ ذرا
 خدا کے نہیں کام حکمت سر خالی کوئی شے نہیں اس کی قدرت خالی
 نہیں مین لکھ سکتی جنگل جو سارا تو تم توڑ سکتے نہیں ایک چھلکا

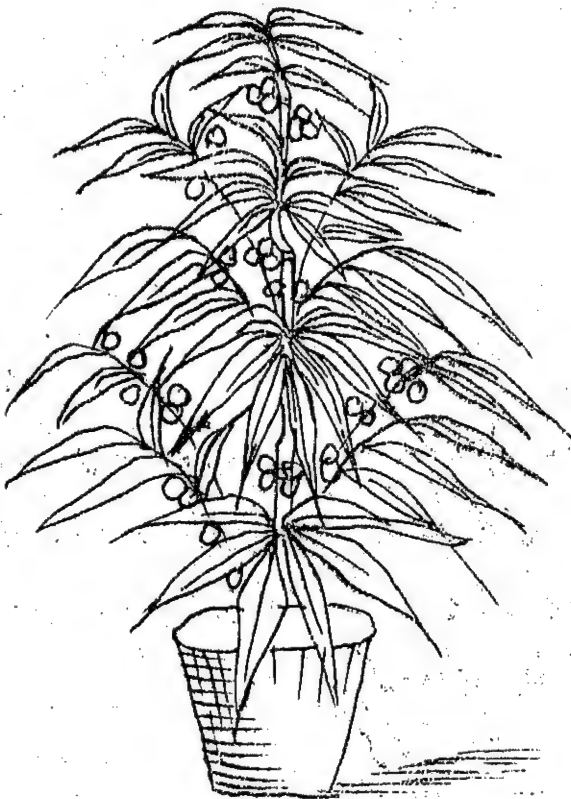
بوڑھی مان ہارٹ

(نثری رات)

گئی ایک بوڑھی عورت لینے کھانا کہ تھا بھوکا بہت ہی اُس کا گستا
 بڑھی الماری کی جانب جلدی اور اُس کے واسطے لائی تھ ہڈی
 مگر جب اس نے الماری کو دیکھا تو وہ خالی تھی کھانا کچھ نہیں تھا
 ملی گئے کو کچھ بوٹی نہ ہڈی رہا وہ دیکھتا صورت کو اُس کی
 گئی باورچی کی دوکان پر گھڑت کہ گئے کے لئے روٹی خریدے
 مگر جس وقت واپس آئی گھر پر پڑا تھا مردہ اُس کا گستا در پر
 گئی بازار میں وہ نیم جان سی کفن اُس کے لئے لے آئی جلدی
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ اُس کا گستا بیٹھا ہنس رہا تھا
 گئی بازار پھر لینے کو روٹی بہت کچھ صاف کر کے وہ رکابی

مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ اُس کا گُٹا حشر پی رہا تھا
 گئی وہ مچھلی والے کی دکان پر کہ رکھے مچھلیاں تھوڑی سی لاکر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ وہ بیٹھا رکابی چاٹتا تھا
 گئی می خانہ بین وہ جلدی جلدی مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا
 گئی وہ ہو کے پڑ مردہ سراے کہ اُس کا گُٹا سر کے بل گھڑا تھا
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ اُس کے واسطے لاکے ٹوپی
 گئی دوکان پر وہ ٹوپوں کی کہ وہ بلی کو روٹی دے رہا تھا
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ اُس سے گئی نائی کی دوکان پر کہ اُس سے
 گئی وہ میوے والے کی دکان پر کہ گُٹا خوب اُس کا ناچتا تھا
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ رکھے تھوڑا سا میوہ وہ لاکر
 گئی درزی کے گھر تالا جو جا کر کہ وہ گُٹا بجاتا بانسری تھا
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ وہ کوٹا اچھا سا اور پناہ آ کر
 گئی وہ جوتہ والی کی دکان پر کہ گھر کی بکری کے اوپر تھا بیٹھا
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ لائے اُس کا جو نہ دام دیکر
 گئی وہ کپڑے والی کی دکان پر کہ وہ انجیر بیٹھا پڑھ رہا تھا
 کہ کچھ کچھ آخر یہ ہے آج جا کر

مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ بیٹھا سوت گیتا کاٹتا تھا
 کسی وہ موزے والی کی دکان کہ اُس کے واسطے لے موزے بہتر
 مگر جب آئی وہ واپس یہ دیکھا کہ اُس کا کتا کپڑا اسی رہا تھا
 سلام اُس کو کیا عورت نے جھکے تو پھر کتے نے بھی نیچے کیا سر
 کہا عورت تے مین تو خاد مین کہا کتے نے خوش ہو کر کہ بھون بھون



حصص مرام

ایک عیتر انیکہ قصہ

کیسا بیاتیکا

(ایف ہمیس)

ایک لڑکا چلتی کشتی کے تہا تنٹھہ پر کھڑا
یہ جگہ وہ تھی جہاں اُس کے سوا کوئی نہ تھا
دسے ہے تھے شعلے اُٹھ اُٹھ کرتا ہی کا نشان
اُڑ رہی تھیں آس پاس اُس کے بہت چنگاریاں

ہو کے بسے پروا لیری سے وہ لڑکا تھا کھڑا
گویا اس طوفان پر سے وہ حکومت کر رہا
اک بہادر اور جوشیلا مگر رکھتا تھا دل
تھا تو بچہ، دیکھے لیکن ذرا سچے کا دل

بڑھ رہے تھے آگ کے شعلے، دہوئیں کا تھا غبار
اپنے والد کی اجازت کا اُسے تھا انتظار
باپ اُن مردوں میں شامل تھا جو تھو نیچے پڑے
کون دے اُس کو اجازت، کون آواز اُس کو دے

یہ کہا لڑکے نے باجان اب کیا حکم ہے
کام جتنے میرے ذمے تھے وہ پورے ہو چکے
لیکن اُس کو کیا خبر تھی باپ اُس کا مر گیا
اپنے لڑکے کی وہ اب آواز پر بوسے گا کیا

پھر کہا لڑکے نے اب حکم ہو جائے اگر
اب بھی جاسکتا ہوں میں اپنی جگہ کو چھوڑ کر
پھٹنے والی گولیوں سے مل گیا اُس کو جو اب
آگ کی تیزی بڑھی شعلے بڑھے اس پر شتاب

آگ کا پیدا ہوا پیشانی پر اُس کے اثر
کچھ دھواں اُٹھنے لگا اُس کے سنہری بالوں پر
اوس مقام موت سے پھر بھی نہ وہ ہرگز ٹلے،
اور اپنی آنے والی موت کو دیکھ گیا،

ایک پر حسرت دیری سے کہا پھر زور سے
 کیا مرے ابا مجھے اب بھی ٹھہرنا چاہئے
 باد بانوں اور مستولوں سے پھر شعلے بڑھے
 ہر طرف سے جسم پر اس کے وہ پھر گرنے لگے

حشیانہ شان سے اُن کے ہوئی کشتی تباہ
 پھر بڑھے جھنڈے کی جانب ہوتے تھے وہ اپنی
 اُس بہادر لڑکے کے اوپر بھی شعلے آگئے
 آسمان کے باد بانوں کی طرح سے چھا گئے

ایک سخت آواز آئی جیسے بادل کی کڑک
 اور تھوڑی دیر میں مدہم ہوئی اُس کی چمک
 آہ وہ لڑکا کہاں ہے یہ ہوا سے پوچھنے لو
 دور تک پھیلا دیا ہے جس نے ہر اک چیز کو

باد بان، سکان، اور مستول جو کشتی میں تھے
 کام جو کچھ اُن کے ذمے تھے وہ پورے ہو چکے
 ہو گئی سب سے زیادہ قیمتی جو شے تباہ
 ایک بچہ کا وہ دل تھا جو ہوا بر باد آہ

میرا وطن

(سرور الہاسکاٹ)

بھلا ایسی بھی مردہ روح کا ہے آدمی کوئی،
 بھلا کیوں کر کہیگا کوئی اُس میں آدمیت ہے
 وطن کی یاد جس کے دل میں بھولے سے نہیں آتی
 نہ سوچا ہو جو دل میں یہ مری جاے ولادت ہے

محبت کر سکے ایسا نہیں دل اُسکے پہلو میں
 بڑے ارمان لیکر جو وطن کی سمت جاتا ہو
 اگر پھر تامل نظر آئے کوئی ایسا زمانے میں
 تو جاؤ اور اچھی طرح سے اُس کا پستہ پوچھو

کوئی شاعر کبھی تعریف بھی اُس کی نہ لکھے گا
 خطاب اور نام اُس کا گرچہ ہو کیسا ہی کچھ اعلیٰ
 اگرچہ ہو خطاب و مال و طاقت پر وہ اتراتا
 مگر سارا جہان اُس کو بہت نفرت سے دیکھے گا

وہ اپنے آپ کو مرکز بنا لے اچھی چیزوں کا
 گنوا دے گا مگر وہ جیتے جی اس اپنی شہرت کو
 وہ دھری موت مر کر جائے گا ناپاک سٹی بین
 نہ پھر ٹھکانے تک آئے گا کوئی اُس کی تربت کو

نہ کوئی مرثیہ خوانی کرے گا اوسپہ اور ماتم ہو
 نہ اُس کی یاد میں آنکھوں سے نکلے گا کوئی آنسو
 نہ لے گا نام بعد از مرگ کوئی اس کا اسے ہدم
 ابھر آئین گے نفرت اور بُرائی کے مگر پہلو

ذاتی دولت

(آرہک)

مرے پاس رہتی ہے اچھی گھڑی	یہ بتلانے کو، رات کب آئیگی
مرے پاس اک مرغ ہے بولتا	بتاتا ہے اندازہ جو وقت کا
بڑی نیک عورت مرے پاس ہے	جسے میری عزت کا احساس ہے
مگر میں نے بھیجا ہے اسکو وہاں	جہاں پرورش ہوتی ہیں مرغیان
میری محبت کو مرغی ہے تقدیر سے	خبر آ کے دیرتی ہے جو مجھے

کہ انڈے وہ کس وقت دیکھ لیا
 میرے پاس اک سنہس ہو نوجوان
 بنا دیتا ہو وہ مجھے پیچ کر ،
 مرے پاس بچہ سی اک بھیڑ کا
 اُسے چھوڑ کر مرگئی اُس کی ہاں
 مرے پاس ہے ایک بلی کہ جو
 مرے گھر میں وہ پھرتی پھیلتی
 مرے پاس ہیں اور چیزیں کئی
 مگر دل سے جو مجھ کو مرغوب ہیں
 سمجھتا ہوں میں اپنی ذاتی نہیں
 وہ ہیں کھیلنے کے کھلونے مرے
 کسی بات کی فکر مجھ کو نہیں
 مجھے ان سے ہوتی ہے بیدار خوشی
 مزا اُس کے انڈوں میں ہو گی
 بھری ٹبک سے جس کے کانوں میں
 کہ اب آنے والا ہے خطرہ ادھر
 بڑی شکون سے وہ اب تک جیا
 اٹھائی ہیں اُس نے بہت سنجیدگی
 بہت شوق سے کھاتی ہو چوہوں کی
 وہ کھا کھا کے چوہوں کو موٹی ہوئی
 سمجھتا ہوں جن کو وہ ہیں شوق کی
 زیادہ وہی چیزیں محبوب ہیں
 دیہاتی ہیں گو رنگ اور روپ میں
 جو آرام دیتے ہیں ہر دم مجھے
 مری جان بڑھ کے ہیں جو کہیں
 سمجھ لو یہی ہیں مری زندگی

ایک ہدایت

(جان گے)

تین بچے برف کے اوپر تھے جا کر کھیلتے
 اُس کے اوپر بیٹھ کر نیچے پھسلتے خوب تھے

آگئی گرمی تو اک دن وہ گرا اس زور سے
 دب گئے کچھ اُس کے اندر اور باقی بچ گئے
 کاش یہ بچے اگر سوکھی زمین پر کھیلنے
 خوب ہنستے بولتے یہ اپنی گھر میں بیٹھ کے
 تو وہ سب کے سب ہنس کر برف میں دیتے چا
 ایک سپہ میں تو بیرون برف ملتا ہے پیمان
 چاہئے مان باپ کو وہ احتیاط اسکی کھین
 ایسی بیودہ جگہ پر کھیلنے ہرگز نہ دین
 بھیج دیتے ہیں ہزاروں کوس دوران کو اگر
 تو وہاں بھی اُن کی ہر صورت سے رکھتے ہیں خبر
 کوور اُن کو رکھ کے جب ہوتی ہو اُن کی دیکھ چکا
 تو براہ مہربانی گھر پہ بھی رکھئے خیال
میرا بندائی گھر

(جان مل)

ادھر تو ابابیل کا گھر بنا اودھر فاختہ نے مکان چھالیا
 ہوا سے جو پیڑوں کے پتے وہاں سینے دیکھے بہت گھونسلے
 بہت اچھا ہے راگ چندول کا خوشی میں ہوا پر جو ہے اُڑ رہا

کبھی دیکھتا ہی نہیں وہ مکان کبھی اُس نے جا کر چھو آسمان
وہ اڑنے لگا ایسا اونچا ابھی تو جنت کی تکمیل اس سے ہوئی

مرا ابتدائی مکان ہے یہی

جہان بلبلون کا ہے جگہ لگا جہاں جہاں پوچھیں ہیں نغمہ سرا
مرے گھر کی چوکھٹ پڑے ٹپکے بہت گاتی رہتی ہیں آٹھون پر
مین پیدا ہوا تھا یہی ہے وہ گھر پلا اور پڑھا تھا یہی ہے وہ گھر
یہاں ایسی ہے چاند کی روشنی کہ جس طرح برسات ہو نور کی
مری مان نے پالا تھا جو کچھ جہان خدا کی وہ برکت کا ہے اک نشان
وہ اچھی مبارک جگہ اب بھی ہے جہاں لڑکیاں لڑکے ہیں کھیلتے

مرا ابتدائی مکان ہے یہی

اگرچہ ہے ولیا ہی ابتک بنا مگر غار کی طرح سے ہو گیا
ہوا ہے بہت ہی پُرانا وہ گھر چھپے گھاس سے اُسکے دیواروں
یہ سردی نہ کچھ صدمہ پہونچاتی تھی مرے گھر کی اندر نہیں آتی تھی
ہرے ہو گئے تھے یہاں کو درخت زمین گھر کی بھی خوب ہموار سخت
مگر آج تک شہد کی مکھیاں مرے گھر کے پھولوں پہ ہیں مہربان
بہت خوشنما ہیں مرے گھر کو پھول نہیں ایسے اچھے ہیں باہر کو پھول

مرا ابتدائی مکان ہے یہی

دکھ دیتے والا ہل

(جان لمر)

چلایا جس نے ہل پہلے وہی تھے حضرت آدم
 کہ اس تعلیم سے جن کی بدولت آج ہین محرم
 ہوا جو نیشن اُن کا، وہ اُن کا پہلا لڑکا تھا
 بہت دن باپ کے ہمراہ اُس نے ہل چلایا تھا
 بہت کچھ بعد کی نسلوں نے اُنکی پیروی کی ہے
 کہ انسان پر حکومت ہے اگر کچھ تو اسی کی ہے
 زمانے تک بہت قوموں نے ہل کو تنہا محنت
 اور اس محنت ہی سے پوری ہوئی ہر ایک کی حاجت
 یہ دنیا ابتدائی دور میں رکھتی تھی وہ انسان
 کہ جو ہرگز نہیں تھے آج کل کی طرح سے نادان
 وہ دانشمند تھے سب کچھ تھے لیکن بزرگی ان کی
 اسی ہل پر تھی، اور کرتے تھے وہ ہر چیز کی کھیتی
 یہ دیکھو دوسرے ملکوں سے آئی ہین جو سوداگر
 بہت کچھ اپنی راحت کے لئے لاتے ہین مال و زر
 ترقی ہندین پانی بہت اُن کی تجارت نے
 تجارت کا بتا یا راستہ کس نے؟ زرعت نے

نہ کپڑا آئے بن کر اور نہ بسکٹ ہی کوئی پائے
 نہ ہو گر ہل چلا نے والا تو کچھ بھی نہ ہاتھ آئے
 نہ کھائیں روٹیاں ملاح جب تک کام کیونکر ہو
 نظر آئے نہ کشتی ایک بھی، خالی سمندر ہو
 کھلاتے ہیں بڑے آرام سے جو روٹیاں ان کو
 سمجھتے ہیں ملین روٹی کے باعث کشتیاں ان کو
 جو یہ دکھ دینے والا ہل نہ ہوتا آج دنیا میں
 تو اٹکی رہتی ہر دم جان روٹی کی تمنا میں
 مدار اس زندگی کا آج پرے اور نہ کل پرے
 سمجھتے ہیں سمجھنے والے جو کچھ ہے وہ ہل پرے

چھوٹا کالا لڑکا

(ڈبلیو بلیک)

میں دنیا کے جنوبی جنگلون میں گویا پیدا
 مگر میں مغربی لوگوں کی صورت دل تو ہوں رکستا
 میں کالا ہوں تو گویا روشنی سے قید میں سمجھو
 بہت باتیں سکھائی ہیں مری امان تو ہی جھکو
 وہ مجھ کو سامنے سورج کے لیکر بیٹھ جاتی تھی
 مرے گالوں کو ہوسہ دیتی تھی دل کو لہجاتی تھی

اشارہ کر کے مشرق کی طرف اک دن کہا اُس نے
 بہت اچھا تا شا ہے نکلنے کا یہ سورج کے
 یہ سورج روشنی دیتا ہے، اس کو ساتھ ہی لگے
 بغیر اس کے نہیں رہ سکتی کوئی چیز دنیا کی
 یہ اس عالم کی ہر اک چیز کو ہے پرورش کرتا
 کبھی خوش ہوتا ہے اس سے زمانہ اور کبھی روتا
 جو یہ چھوٹی زمین ہم لوگوں کی جائے ولادت ہے
 غرض یہ ہے اسے لے لین کہ جو نور محبت ہے
 یہ کالے جسم اور چہرے ہین کیا! بادل کو ٹکڑے ہین
 شعاع مہر کو جو بیچ ہی مین رو کے بیٹھے ہین
 ہمارے جسم جب برداشت کر لیتے ہین سورج کو
 تو ہٹ جاتی ہے بدلی اور نظر آتا ہے اک پر تو
 وہ پر تو جو کہ ہم کو عقل بھی دیتا ہے دولت بھی
 سکھاتا ہے وہ اچھی باتیں اور دیتا ہے شہرت بھی
 سکھاتا ہے کھین قائم ہم آپس کی محبت کو
 سکھاتا ہے کہ ہم حاصل کریں دنیا کی دولت کو
 کہا یہ میری مان نے اور پھر ہوسہ دیا مجھ کو
 بڑا پے تک رہے گا یاد یہ اُس کا کہا مجھ کو

مین ہر مغرب کے رہنے والے بچے سے یہ کہتا ہوں
 ادھر آؤ کہ پیغام خدا جو کچھ ہے وہ کہہ دوں
 مین جب باہر نکل آؤں گا اس ظلمت کے پردے سے
 وہ جیب آزاد ہو جائے گا بھورے جسم سے لپٹے
 خدا کے سامنے پہنچیں گے ہم دونوں مسرت سے
 کہ ناامید ہم ہرگز نہیں ہیں اُس کی رحمت سے
 سنہرے بال اُس کے تھپ تھپاؤں کا مین نہیں کر
 بٹھائے گا مجھے وہ گو دین اور اپنے شانے پر
 ”بلک“

قیامت مین مگر ممکن ہے کچھ رو و بدل ہو جائے
 مزا آجائے گا اگر میری باتوں پر عمل ہو جائے
 یہ ممکن ہی خدا ایسا ہی کر دے مین جو کہتا ہوں ،
 کہ ”مین کالا ، جنوبی جنگلون کا رہنے والا ہوں
 اگر مجھ کو سفیدی مغربی بچہ کی مل جائے
 تو اس دل کی کلی میری خوشی کے مارے کھل جائے
 اور اُس کے چہرے پہ آجائے سیاہی میری صورت کی
 نہیں اُس مین کوئی صورت کسی کو بھی شکارِ برت کی
 جو مین کالا کلوٹا ہوں تو مجھ کو غم نہیں اس کا

خدا کے سامنے جاتے ہی مین ہو جاؤں گا گورا
 مری یہ آرزو ہے میرا سار جسم گورا ہو
 اور اس مغرب کے بچے کا بدن کالا کلوٹا ہو
 سمجھ لین گے یہ سب ثمرہ ہے محنت اور رحمت کا
 ہو اسے خوب ہی اضا ف کالی گوری صوت کا

چھوٹا بچہ گم ہو گیا
 (ڈبلیو بلیک)

مرے پیارے ابا کہاں جا رہے
 چلو تیز تیز اس قدر تم نہ ابا
 ذرا بولتے باتیں کرتے چلو تم
 پلٹ کر دیکھا اور آگے بڑھا وہ
 وہاں باپ تھا اور نہ موجد کوئی
 بہت گہری کچھڑ میں بچہ کھڑا تھا
 اندھیرا ہوا دور اور صبح آنی
 نہ دی پھر تو بچہ کی صوت دکھائی

چھوٹا لڑکا مل گیا
 (ڈبلیو بلیک)

وہ سنسان جھاڑی میں جو گم گیا تھا
 نہ اُس کا وہاں پر کوئی رہنا تھا

ہوئی رہنما روشنی صبح کی جب بھٹکنے سے اُس کو بچا یا گیا تب
 وہ رونے لگا شور کرنے لگا جب یہ حالت تھی اُس کی کہ عرو کو جو اب
 مگر پاس ہے فضلِ حق اُس کا تو بیکار سے ڈھونڈ رہا آسری کا
 رہی ساتھ ساتھ اُس کی حرکت جب تک وہ اس حال میں جوش کھاتی یہ تک
 محبت سے گالوں کو پھر چوم کر وہ گئی لیکے آغوش میں اُس کے گھر وہ
 وہاں دیکھا بچہ کی ماں رو رہی تھی جو اس اور ہوش اپنے وہ کھو رہی
 وہ تھی ڈھونڈ مٹی پھرتی بچہ کو اپنے نہیں چہن تھارات دن لگو اُس کے
 ملا اُس کا بچہ تو خوش ہو گئی وہ نہ غمگین پھر ایک دن ہی رہی وہ

شام کا ستارہ

(ڈبلیو بلیک)

خوبصورت بالوں والے اے فرشتہ شام کے
 تذکرے ہیں جا بجا و نیا میں تیرے نام کے
 جب کے سورج ڈوب جاتا ہے پہاڑوں میں تمام
 اور پھر اُس کی شعاعوں کا نہیں رہتا ہے نام
 ہوتا ہے اُس وقت روشن تیری الفت کا چراغ
 اور تمہاں اٹھتا ہے تیرے پھولوں کی خوشبو سے باریق
 مسکراتو شام کے بستر پہ دائم مسکرا
 اور محبت پر بہاری ہو کے تمام مسکرا

اکیا نزدیک جب تو جا رہا ہے پھر کدھر
 شبنم سپین کی بارش نیلگون شب میں تو کر
 بند کر لیتا ہے شیریں آنکھوں کو ہر ایک پھول
 سارے دن کی محنتوں سے جب کہ ہوتا ہی ملوں
 تیری مغرب کی ہوائیں جھیل پر ہیں محو خواب
 اٹھ اور اُن کے ہر گدگد میں بھر دے اضطراب
 تیری خواب آلود آنکھیں کس قدر خاموش ہیں
 تیری نورانی شاعری کی وہ پردہ پوش ہیں
 بھرتی ہے پھولوں میں نگہت آکے جب موج نسیم
 صبح کو دیتا ہے خوشبو وہ ہاندازِ تدمیم
 تجھ سے اور سورج سے تو روشن ہے ایسا راجہا
 دن کا وہ ہے پاسبان اور رات کا تو پاسبان
 باغ کے ہر پھول میں تو بن گیا ہے رنگ و بو
 دیکھنے والوں سے پوچھو، شام کا سورج ہے تو

صبح کا ستارہ

(ڈبلیو بلیک)

کیسا چمک رہا ہے یہ صبح کا ستارا دکھلا رہا ہے اپنی کیسی ضیا ستارا

تو صبح کے سنہری دروازے کھول کر آ
 نورانی بازوؤں کو تو اپنے تول کر آ
 مغرب کی خواب گاہ سے باہر تو اُٹھ کر اُس صبح کو جگا دے سوتی ہو جو نلکے
 دیتا ہے صبح کی تو ہر روز پیش گوئی اس بخری مین بڑھ کر تجھ سا نہیں ہے کوئی
 سورج کی طرح روشن کیسا ہے نام تیرا
 یستی ہے صبح صادق پہلا سلام تیرا

نہیں

(در دس درتھ)

یہ بھیڑوں کا جو ریوڑ رُخ ادھر آنے کا کرتا ہے
 تمھارے پاس سے آہستہ آہستہ گزرتا ہے
 سنا کرتا ہوں مین آواز پانی کے برسنے کی
 کنول کے پھول پر ہے بھن بھناتی شہد کی مکھی
 سمندر کی روانی آہند میوں کا زور سے چلنا
 یہ شفاف آسمان، ہموار کھیت اور خوشنما سینہ
 یہ پانی کی مصفا چادرین اور اُن کا مینظنر
 خیال اُن کا مجھے رہتا ہے جب جاتا ہوں تیرے
 مین باری باری سے اُن منظر وں کا دھیان کرتا ہوں
 بہت کچھ نہیں کے آنے کا مین سامان کرتا ہوں

گذشتہ رات بھی ستارہا آواز میں تیری
 مگر اے نیند! میرے پاس تک تو ہی نہیں آئی
 نہ حاصل کر سکا تجھ کو کسی طور اور طریقے سے
 تھکا کر آج تو اچھی طرح سے مجھ کو سونے دے
 نہیں اچھے نظر آتے ہیں مجھ کو صبح کے منظر
 نہ سو جاؤں میں تھوڑی دیر کو جب تک کہ بستر پر
 ادھر آ! خیر مقدم ہے ترا آنکھوں سے اور دل سے
 مگر افسوس تو یہ ہے کہ تو آتی ہے مشکل سے
 جدا کر دیتی ہے تو رات اور دن سونے والوں کے
 جہان میں جتنے ہیں سب منتظر ہیں تیری چالوں کے
 نہیں پاس آنے دیتی ہے کسی صورت ملا لوں کو
 مگر کرتی ہے تو ایسا تازہ تر خیالوں کو
 جسے دیکھو وہ تیری دوستی پر ناز کرتا ہے
 تجھی کو چاہتا ہے اور تجھی پر ناز کرتا ہے



ہسپرس جہاز کی تباہی

(ایچ۔ ڈبلیو۔ لانگ فیلو)

جب سمند میں چلا ہے ہسپرس نامی جہاز
غرق ہو جائے گا اُس کے واقعہ ہے دلگداز
سرد موسم تھا سمندر میں چلا جاتا تھا وہ
چھوٹی موجوں کو تو خاطر میں نہیں لاتا تھا وہ
اُس کا جو کپتان تھا، لڑکی بھی اُس کو ساتھ تھی
اس لئے ساتھ اُس کو رکھتا تھا نہ کھلے جاے جی
اُس کی آنکھیں نیلوفر کے پھول کے مانند تھیں
گال اُس کے صبح صادق کی طرح سے تھے حسین
دوڑتی پھرتی تھی اُس کو تپتے ہونٹوں پر ہنسی
جس طرح جولائی میں کھلتی ہیں کلیان بیلے کی
دفعۃً کپتان خود ستول کے پاس آگیا
منہ میں وہ لیکر سگار اچھی طرح دیکھا کیا
چارون جانب تھی ہوا کوئی بھی اُس کا رخ نہ تھا
اور دھواں تھا ہر طرف پھیلا ہوا چھا یا ہوا
ایک بوڑھا تھا وہاں ملاح، وہ کہنے لگا،
جو کہ تھا اسپین کے دریاؤں میں برسوں رہا

جلد بندر گاہ میں اپنا جہاز اب لے چلو
 آندھیوں کے سخت طوفان کا جہان خطرہ ہو
 اک سندرہا ہالہ تھا کل چاند کو گھیرے ہوئے
 آج تو خود چاند ہم سے منہ کو مٹے پھیرے ہوئے
 سنکے یہ کپتان اک نفرت کے ساتھ اوس پرہنسا
 اور پائپ کو دوبارہ اپنے وہ پینے لگا ،
 پڑ رہی تھی سخت سردی اور ہوا کا زور تھا
 اور پھر اک بارگی طوفان ہوا کا آگیا
 برف گرتی تھی سندرہا میں نہایت زور سے
 اور موجیں اٹھ رہی تھیں خوب زور و شور سے
 اور چکر کھا رہا تھا پوری قوت سے جہاز
 چل نہیں سکتا تھا اب تو ایک صورت سے جہاز
 دیکھا جب کپتان نے یہ حال لڑکی سے کہا
 بیٹی ! میرے پاس آ سے وقت بے حد خوف کا
 ایسی طوفانی ہوائیں جھیل لون گا میں لگے
 خوف ہے لیکن پیو نہج جاسے نہ کچھ تم کو ضرر
 اس نے اپنے کوٹ میں اسکو چھپایا خوب ہی
 تاکہ طوفانی ہواؤں سے نہ ہو کچھ بے کلی

ایک ٹکڑا لے کے رسی کا اُسے باندھا و بہن
ایک ٹوٹے بادبان سے تانہ گر جائے کہین

باپ سے کہنے لگی مین سن رہی ہوں گھٹن
آپ بتلائیں مجھے اب ہو رہا ہے کیا بیان
یہ کہا کپتان نے گھنٹی یہ ہے طوفان کی
اور سب کو ہو رہی ہے فکر اپنی جان کی
اندھیوں کے زور کا بتلا رہی ہے یہ نشان
ہو گئی بیکار بالکل ہی ہمارے بادبان

پھر کہا لڑکی نے مین سنتی ہوں تو پون کی صدا
آپ بتلائیں کہ یہ دریا مین ہے کیا ہو رہا
یہ کہا کپتان نے طوفان مین ہے کوئی جہاز
ڈوبنے سے رہ نہیں سکتا کسی صورت وہ باز
پھر کہا اے باپ یہ کیسی ہے مدھم روشنی
لیکن اُس کے منہ سے پھر نکلی نہ کچھ آواز بھی
بن گئی تھی لاش اُس کی ایک ٹکڑہ برفست کا
اور تھا اُس کا بدن سُکھان سے چپکا ہوا

اُس کا منہ تھا آسمان کی سمت اور آنکھوں میں تھی
 لالینوں کی چمک سے ایک مدہم روشنی
 تب دعا کرنے لگی لڑکی یہ ہاتھوں کو اٹھا
 اے مرے اللہ! کر میری مدد، مجھ کو بچا!
 نوح کی کشتی بچا لی تو نے جب طوفان سے
 تو بچا مجھ کو بھی یارب اپنی اعلیٰ شان سے
 جب بہا کر لے چلین موجیں اندھیری رات میں
 اور چلا وہ ایک جانب برف کی برسات میں
 اس طرح سے جا رہا تھا وہ چٹانوں کی طرف
 جیسے کوئی بھوت جاتا ہو مکانوں کی طرف
 اور ہوائیں تھیں کہیں آہستہ گاہے زور سے
 دب گئیں تھیں اور آوازیں بھی اُن کے شور سے
 ہاں مگر آواز آ جاتی تھی بڑھتی موج کی
 جو کہ بالو پر کبھی تھیں اور چٹانوں پر کبھی
 جس قدر موجیں تھیں اُس کے پہلوؤں پر آ رہیں
 اور تباہی کی طرف اُس کو بہا کر لے چلیں
 اُس کے تختہ پر جو لاشہ تھے چلے بہتے تھے
 اس طرح تھے وہ کہ ٹکڑے جس طرح ہوں بے تکی

جا کے اون موجوں سے ٹکڑا یا کہ چھین سخت تر
 اور چٹانوں نے کھالا پانی مین سے اپنا سر
 اس کا پہلو اس طرح زخمی کیا جس طرح پر
 غصہ والے پیل کے سینگوں پہ آجائے جگر،
 کھڑکھڑاتے بادبان، سکان ڈھکے تھے برف مین
 لے لیکن ساحل کی جانب زور سے موجیں جنبین
 کانچ کے برتن کی صورت ٹوٹ کر وہ بہ گئے
 اور موجوں نے مچا یا شور سر کو پیٹ کے

صبح دم ٹھنڈے سمندر پر جو ماہی گیر آئے
 دیکھ کر یہ ماجرا آنکھوں سے خوب آنسو بہاے
 دیکھا یہ اک خوبصورت لڑکی آتی ہے بند ہی
 بہنے والے بادبان کے ساتھ ہے وہ بہ ہی
 برف اس کے سینہ پہ آنکھوں مین اور بالوں مین
 اس کے منہ مین ناک مین کانوں مین اور گالوں مین
 بال اس کے ہو گئے ہیں کوڑے کرکٹ کی طرح
 لاش اوسکی ہنگنی سڑاک چھپر کھٹ کی طرح
 ہسپرس کی یہ تباہی برف مین اور رات مین

رہ گیا گھر کردہ آخر سیکڑ دن آفات میں
اس طرح کی موت سے اللہ ہم سب کو بچا
اور ہمارے دشمنوں کو یہ نہ روز بد دکھائے

خواب

(ڈبلیو بلیک)

سو گیا جس وقت میں، یہ خواب تب آیا نظر
پھر رہا ہے راستہ بھولا ہوا اک جا نور
وہ بھی ہے اوس گھاس چرس گھاس پر میں تپڑا
رات کی سنسان تاریکی میں گھبرا گیا ہوا

اک مصیبت تھی وہ بکس چلتے چلتے تھک گیا
اور آٹھی ٹیڑھی شاخوں پر درختوں کی چڑھا
ایک ٹوٹے دل سے یہ کہتے سنا
اے مرے بچو! مگر تم رو رہے ہو بر ملا

سن رہے ہو آہ وزاری تم جو اپنے باپ کی
ڈھونڈ رہے تھکاوٹ سے اور دوز تک جاؤ ابھی

روتے ہون گے واپسی کا میرے کر کے انتظار
کاش بلجائیں مجھے بچے مرے پھر ایک بار

میں بھی اس کے حال پر افسوس کر کے رو دیا
اور دیکھا ایک جگنو کو چمکتا ہے پڑا
یہ کہا اُس نے یہاں روتا ہے کیونتی ہفتہ
جو محافظ رات کا ہے اُس کو دے اپنی خبر

میں اندھیرا دور کرنے کے لئے مامور ہوں
ہاں مگر دن میں نکلنے سے بہت معذور ہوں
میرے ہی نقش قدم پر تو چلا آ بے خطر
راستہ بھٹکوتا کر جلد پہونچا دوں گا گھر

بھیک مانگنے والی خاتون

(لارڈ ٹینیسن)
بہت ہی خوبصورت ایک عورت ہو گئی سائل
وہ تھی ایسی حسین جس شخص نے دیکھا ہوا نائل
وہ اپنے ہاتھ اپنے سینہ پر رکھے ہوئے آئی
بڑھنہ پا وہ ایک حاکم سے آگے آ کے چلائی

کیا حاکم نے اس کا خیمہ مستندم، اور جلدی سے
اُتر آیا وہ اُس کے واسطے پھر تخت سے اُپٹے
کہ الوگوں نے یہ کوئی نہیں ہے بات حیرت کی
جہان میں مستدر ہوتی ہے بہت کچھ خواہش کی

چمکنا ابر میں سے چاند ہے جس طرح دنیا پر
پھٹے کپڑوں میں آتی تھی نظر وہ بھی بہت بڑھ کر
جیسے دیکھو وہ تھا لعلِ لب میں اُس کے زبان کو
ہر اک یہ چاہتا تھا کچھ تو اس نے منہ سے یہ بولے

نہیں تھی ملک بھر میں کوئی بھی عورت میں ایسی
نظر آتی نہیں صورت زمانے میں کہیں ایسی
قسم کھائی یہ حاکم نے کہ ملکہ ہوگی یہ عورت
اور اُس کے حسن کی ہوگی زمانہ میں بہت شہرت

میری فاختہ

(بچے کیس)

ستم ہے مرگئی کیسی میری وہ فاختہ پیاری
بہت کچھ میں کیا کرتا تھا جس کی آہ و لاری

اگرچہ ریشی تاگون سے اُس کے پاؤں باندھ تھے
 نہیں معلوم اُس کے دل پہ تھی کس بات کی باری
 بنا اے فاختہ پیاری ! مجھے کیوں چھوڑ کر تنہا
 گئی ملک عدم میں اور مجھ کو دے گئی ہو کا
 درختوں پر رہا کرتی تھی جگل میں ہمیشہ تو
 وہاں گم اس طرح ہوتی نہ تھی مجھ کو یہ تہلا تو
 تجھے میں پیار کرتا تھا کھلاتا تھا لٹر تجھ کو
 تنہا تھی کہ رکھوں ساتھ اپنے عمر بھر تجھ کو
 مگر افسوس کیسی ہو گئی تو بے دفا بن کر
 تری ان سرگیں آنکھوں میں فیندا آئی تھی

وفا شعار

نہ ڈر سورج کی گرمی سے نہ ڈر سردی کو غصہ سے
 کہ جو دنیا میں تیرے کام تھے وہ ہو گئے پورے
 تو اپنے گھر گیا ہے کہ کے حاصل اپنی مزدوری
 یہاں کی زندگی میں کچھ نہیں انسان کو مجبوری
 سہرے پاؤں والی لڑکیاں رستی میں جنت میں
 ترقی ان سے ہوگی خوب تیرے عیش و راحت میں

نہ ڈر تو مقتدر لوگوں کے دہشت ناک غصے سے
 نخل آیا ہے اب تو ظالموں کے تیز پنجے سے
 پہنے اور کھانے کی نہیں پرواہ کرتے ہیں
 یہ جنت ہے اسی کے واسطے دنیا میں تیرے ہیں
 نہیں سامان دنیا کی نظر میں اُن کے کچھ وقعت
 یہاں اگر نظر جن کی ہوئی ہے حاصل جنت

نہ ڈر بجلی چمکنے سے نہ ڈر بادل کڑکنے سے
 نہ ڈر بدنامی سے، سارے جھیلے ہیں یہ دنیا کے
 کیا ہے خاتمہ رنج و خوشی کا تو نے دنیا میں
 اُٹھایا لطف پورا زندگی کا تو نے دنیا میں
 مگر اب فائدہ کچھ بھی نہیں دنیا سے فانی سے
 سوائے موت کے ہے کیا نتیجہ زندگانی سے

سمند کا راگ

(شیکسپیر)
 پڑا ہے باپ تیرا اس قدر گہرائی میں نیچے
 کہ اُس کی ہڈیاں ساری جدا ہو کر بنیں موندگے

چمکدار اور روشن انگین اُس کی بن گئیں موتی
 نہیں بیکار کوئی چیز بھی اُس کے بدن کی تھی
 سمندر نے تغیر کر کے پیدا جسم میں اُس کے
 بہت سی مختلف چیزیں بنا ڈالی ہیں خوبی سے
 لگا کر کان سن لیجے سمندر کی جو ہے دیوی
 بجایا کرتی ہے ہر وقت وہ اعزاز میں گھنٹی
 گھر سجدہ

(سیری ہودن)

جو ہوتے میرے بازو اور مین پر دار ہو جاتا
 تو میرے پیارے تیرے پاس اوڑ کر آج سہی تا
 سمجھتی ہو تم ان باتوں کو گو کہنے کی ہیں باتیں
 پر ان باتوں سے کٹ جاتی ہیں میری نیند کی آستین
 مگر میں نیند میں بھی اڑ کے تیرے پاس ہوں جاتا
 ہوا کرتا ہے مجھ کو خواب ہی میں تیرا ظنارا
 سمجھتا ہوں کہ وہ دنیا ہے بد اور نیک و لون کی
 اُسے پھر چھین کر لے جاتی ہے لیکن یہ بیداری
 ٹھرتی ہی نہیں ہے نیند، پر لگ جاتے ہیں اُسکے
 اندھیرا گر چہ ہوتا ہے چلی جاتی ہے آنکھوں سے

مگر میں دیکھتا ہوں جب کہ آنکھیں بند کرتا ہوں
محبت تجھ سے کرتا ہوں میں دم تیرا ہی بھرتا ہوں

مان کی لوری

(لارڈ جینی سن)

ملائم اور شیریں اے ہواؤ! آؤ بل جُل کے
جگاؤ ابر خواب آلود کو جا کر سمندر سے
تو ج خیز پانی پر چلو اور پھر سیان آؤ
جہان پر ڈوبتے چاند جا کر تم و مان جاؤ
چلو آہستہ آہستہ نہ ایسے تیز تم جاؤ ،
مرے شوہر کو جا کر پاس میرے تم بلا لاؤ
مرا چھوٹا سا بچہ خواب راحت میں پڑا ہوگا
نہیں معلوم اُس کا باپ سے کب سا منا ہوگا

مرے پیارے تو کر آرام اپنی مان کے سینہ پر
ترا باپ ایک دن آجائے گا جلدی سے اپنی گھر
تو کر کے یاد اپنے باپ کو کیوں ایسا روتا ہے
ترا باپ آئے گا پیارے تو کیوں رنجیدہ ہوتا ہے

رو پہلی چاندنی نے گھر کو کیسا کر دیا روشن
 سنور ہو گیا ہے جس سے اپنے گھر کا سب سنگن
 مرسے پیارے تو سو جا چین سے، آرام سی سو جا
 نہ تو پچھلے پہر تک جاگ ایسا شام سے سو جا

پھولوں کا استعمال

(میری ہودٹ)
 زمین کو بھے خدا کا حکم پیدا کر درختوں کو
 اگا چھوٹے بڑے پودوں کو کر معدوم پھولوں کو
 بلوط اور دیودار اور سرو کو بھی اب تو کر پیدا
 نہ ہونا مگر ان میں پھولوں کا رہیں بے پھول کو تنہا
 دوا محنت خوشی کے واسطے اے طبقہ ارضی؟
 بہت سی اور چیزیں تھیں ہمارے واسطے کافی
 نہ ہوتا پھول گر کوئی بھی دنیا میں تو کیا غم تھا
 ضرورت کے لئے سامانِ راحت تو فراہم تھا

پہاڑوں سے اگر لوہا نہیں ملتا تو کیسا ہوتا
 ضرورت ہی نہ اُس کی آگے گر پڑتی مزا ہوتا

اگر دریا روانی بھول جاتے اپنی اچھاخصا
نہ ہوتے باغ بھی کوئی نہ کوئی پھول ہی کھلتا

برس جاتے اگر بادل اگر شب بزم گرمی ہوتی
تو بڑھ جاتے وہ پودے زندگی پر خستہ انسان کی
وہی کافی تھی ہم کو پھول کو ہم لے کے کیا کرتے
جو ہوتے پھول ہی دنیا میں تو قانون سے ہم مرتے

خدا نے پھول کیوں پیدا کئے ہیں یہ بتاؤ تو
بہت ہی خوبصورت رنگ اس نے کیوں دئے انکو
ہزاروں رنگ کے جب رات دن ہوتے ہیں یہ پیدا
تو ان کے پیدا کرنے سے ہے آخر اس کا کیا منشا

بہت معمور جنگل ہیں ، بھری ہیں وادیان ان کے
پہاڑوں پر بھی ہیں ، مہکا ہوا ہے اک جہان ان کے
جہان انسان پہنچ سکتا نہیں انکی رسائی ہے
معطران کی بو سے جان فزا سے سب خدائی ہے

حیاتِ خارجی کو کچھ ضرورت ہی نہیں ان کی
 ہوئی انسان کو ظاہر حقیقت ہی نہیں ان کی
 خدا نے کس لئے پیدا کیا ہے ان کو دنیا میں
 مگر بیخشتے ہیں تازگی چشم تماشا میں

خوشی ہوتی ہے ان کے دیکھنے سے اور اُخت
 زمین کو رکھتے ہیں گلزار بھی اور خوبصورت بھی
 عقائد سُست پڑ جاتے ہیں جب اور وہم آتا ہے
 تو امید اور اطمینان انسان ان پر پاتا ہے

یہ ہمدردی کا دیتے ہیں سبق انسان کو اگر
 بہت اصلاح کر لیتا ہے اپنی وہ انہیں پا کر
 جو پھولوں کی خبر رکھتا ہے اور ان کی حفاظت بھی
 زیادہ اپنے بھائی سے وہ کرتا ہے محبت بھی

بچہ کا پہلا رنج

(ایف بی بیس)

مرے بھائی کو پاس سے بلا دو اکیلا نہیں کھیل بھاتا ہر مجھ کو

بہار آگئی پھول کھلنے لگے ہیں وہ آنے لگے تسلیوں کو پر یہ ہیں

چمکتی ہیں سورج کی کرنیں کیسی مگر مجھ کو کچھ بھی نہیں فکراں کی
مرے ساتھ وہ دوڑ کر بکڑی آنکو مرے بھائی کو پاس میرے بلا دو

چمک میں اب پھول پھول رہے ہیں کیسے جو نزدیک تر باغ سے ہیں ہمارے
جو پھولوں کے پودے لگا دیئے ہیں نخل آگے ہیں پھول اُن میں بھی کیسے
بکثرت جو انگور پیدا ہوئے ہیں تو سڑا لیوں کے زمین سے لگے ہیں
نہیں صبر کی تاب ہی مجھ میں باقی مرے بھائی کو پاس میرے بلا دو

پیارے! کھان ہو وہ دس بھائی؟ نہیں سنتا ہی تیری آواز پیاری
نہیں آگے گا پاس تیرے وہ اب تو نہ آنے کا باعث ہے معلوم مجھ کو
جو اک مرتبہ پھول مرجھا گیا ہے دو بارہ وہ کب میرے پیکر کھلا ہے
رہا تازگی کا اثر دور اُن سے نہیں پھول پچھلے برس کو میں کھلتے
بہار آگے بھی تو انہیں کیا غرض ہے نہیں جس کی کوئی دوا وہ مرض ہے

مرے باغ کی تھی وہ نازک کلی جو یکایک ہی اس طرح مرجھا گئی جو
بہت کم ملی تھی اُسے شادمانی وہ لایا تھا اک مختصر زندگانی

اکیلا تجھے کھیلنا ہی پڑے گا نہیں آ کے گا پاس اب بھائی تیرا
وہ جنت میں اب کھیلتا پھر ہے اگرچہ اکیلا تجھے کر دیا ہے

اگر اوسکو آنے میں کچھ عار ہو تو میرا بلانا بھی بیکار ہے اب
نہیں ہوتی پھولوں سے اُسکو خوشی کیا نہیں پکڑے گا تلیوں کو کبھی کیا؟
بہت ہی بڑے ہیں جو دن گرمیوں کے نہیں اُن میں سکتا وہ مجھ سے ملنے؟
وہ دریا کے سیر، اور پھولوں کو گلشن وہ پھولوں کے ڈھیر، اور پرندوں کو مسکن
بس اب ہو گئے ختم اس کے لہو سب مگر بات معلوم محج کو ہوئی کب
وہ جب کھیلتا پھر تا تھا ساتھ میر زیادہ بڑھاتا محبت میں اُس سے

نہیں رنج و غم اُس کو دیتا کبھی میں
وہ جب تک تھا، پہونچاتا اُسکو خوشی میں

آخری ریوڑ

(ورڈس درتھ)

بہت کچھ دور کے ملکوں کی کی ہے میں نے سیاحی
سفر میں عمر گزری میں نے یہ حالت نہیں دیکھی
جو دیکھی ایک ایسے شخص کی برٹش حکومت میں
سڑک پر رو رہا تھا، گھر رہا تھا جو مصیبت میں

امیرون سے مدد کی پین ڈگر درخواست کی کوئی
 جواب اُس کا ملا بھیڑ بین تری بھی ہیں دولت کی
 پہاڑوں پہ ان کے چرنے سے کیا فائدہ تیرا
 مناسب ہے کہ ان سے پورا کر تو اپنے بچوں کا
 وہاں سے ایک کو لاؤ خریدو روٹیاں اپنی
 اسی صورت سے رکھو زندگی کو شادمان اپنی
 انہوں نے یہ کہا "کر سکتے ہیں تیری مدد کیون کر
 غریبوں کی کریں امداد تو یہ فرض ہے ہم پر

غرض اُن کے کے سے بیچ دی اک بھیڑ بھی اپنی
 کھلائیں بی بی بچوں کو کئی دن روٹیاں اُس کی
 وہ کھا کر ہو گئے بے فکر لیکن مجھ کو صدہ تھا
 منافع کی تباہی پر مجھے افسوس تھا کیسا
 وہ اچھی خوبصورت بھیڑ بین جن کو میں نے محنت سے
 کیا تھا پرورش رکھا تھا میں نے اُن کو راحت سے
 پگھلتے برف کی مانند اُن کو دیکھ کر رویا
 کہ میرے واسطے رنج و مصیبت کا وہ اک دن تھا
 گیا ہاتھوں سے اُس کے بعد پھر ایک بھیڑ کا بچہ
 اور اُس کے بعد اُس بچہ کی مان کا ہو گیا سودا

وہ ایسی رگ تھی کٹ کر خون جو دیتی رہی برسوں
 رُلا سے گی مجھے وہ چند روزہ خرمی برسوں
 جو دام اُن کے مجھے ملتے تھے کھاتا تھا انہیں لیکر
 ٹپکتے تھے وہ میرے قطر ہاے خون دل بن کر
 غرض یوں رفتہ رفتہ تین بھیڑ بن ہو گئیں خست
 مری آنکھوں کے آگے ہو گئی برباد سب محبت
 دعا کرتا تھا میں اک بارگی یہ سب چلی جائیں
 انہیں مجھ پر جو صدمہ لانا ہے اک بارگی لائیں
 نہیں پرواہ تھی آخر میں میری کیسی گذرے گی،
 مری تقدیر میں تکلیف جو کچھ ہے وہ ہونے لگی
 بالآخر مجھ کو تکلیفیں تھیں جو وہ ہو گئیں پوری
 مجھے کچھ ہو گئی تھی بیچنے کی اُن کے عادت بھی
 خیال آتے ہیں میرے دل میں اکثر ایسی باتوں کے
 ندامت مجھ کو ہوتی ہے جو کوئی ملتا ہے مجھ سے
 مجھے جو دیکھ لیتا ہے خیال آتا ہے یہ مجھ کو
 کہ ممکن ہے بُرائی کی خبر میری اسے بھی ہو
 نہ کچھ آرام ہے مجھ کو نہ کوئی چین ہے گھر میں
 یہ پہلا حادثہ تھا پیش آیا زندگی بھ میں

خیال اکثر مجھے آیا کہ گھر سے بھاگ جاؤں مین
 جہان مین جانور جنگلی وہاں سر کو چھپاؤں مین
 یہ ریوڑ ایسا پیارا تھا مجھے، جیسے مرے بچے
 مجھے تھی انتہا درجہ کی الفت اپنی بھیڑون سے

ترقی جس قدر اس کا ذخیرہ پاتا جاتا تھا،
 مین اُس کو چاہتا، اور جانتا بچون سے اچھا تھا
 مگر افسوس ہے اس کا بُرا وقت آ گیا سر پر
 تباہی مین خدا نے مجھ کو ڈالا مغلسی دے کر
 خدا سے مین دعا یہ مانگا کرتا تھا کہ دے نفرت
 مرے دل مین نہ کچھ باقی رہے اولاد کی الفت
 ہر اک ہفتہ ہر اک دن میرا ریوڑ گھلتا جاتا تھا
 مین اپنی اس مصیبت پر بہت افسوس بہاتا تھا

غرض سب بھیڑ مین رفتہ رفتہ مین نے بیچ ہی لین
 بھلا ہو مغلسی کا میرے سب کو بیچ کر کھا لین
 مگر افسوس میرے پاس اب باقی نہیں کچھ بھی
 کہ جس سے ختم ہو جاے یہ میری زندگی پوری

چٹانوں پر سولے آیا ہوں میں یہ بھیڑ کا، کچھ
مرے ریوڑ کا ہے یہ آخری جو بچ گیا زندہ

گائے اور گدھا

(جان ٹیلر)

ایک چشمہ تھا چڑا گا ہوں کے بالکل ہی قریب
اس قدر شفاف چشمہ آج تک دیکھا نہیں
جا نور آتے تھے گرمی کے دنوں میں پاس کے
پانی پینے، سایہ میں آرام پانے کے لئے
ایک گائے دھوپ کی گرمی سے ہو کر خستہ حال
آئی پانی پینے چشمہ پر ہست تھی وہ نڈھال
جھک کے چشمہ پر وہ شاید غور کچھ کرنے لگی
یا کہ جب آرام کچھ پایا تو غفلت چھسا گئی
اگیا لیکن وہاں پر ایک بے چارہ گدھا
دور سے وہ دوڑتا آیا یہاں، آکر رکا،
اگیا چشمہ پر وہ آرام پانے کے لئے
پانی پینے کے لئے، کچھ گھاس کھانے کے لئے
گائے نے اُس سے کہا، ہے آپ کا کیسا مزاج
یہ کہا اُس نے کہ، میں زندہ ہوں، ہے اچھا مزاج

آپ کا کیا حال ہے کچھ آپ بھی فرمائیے
گائے بولی سر جھکا کر اس طرف آجائیے
یہ جواب اُس نے دیا یہ ہو نہیں سکتا کبھی
میں چلا آؤں جہاں ہیں آپ عرصہ سے کھڑی

پھر ادب کے ساتھ جھک کر پانی وہ پینے لگا،
اور اُسی حالت میں اُس نے گائے سے پھر یہ کہا
آپ کا یہ جامِ صحت ہون خوشی سے پی رہا
گائے نے اُس سے کہا تو شکر یہ ہے آپ کا

ابتدائی جو مراسم تھے وہ جب سب ہو گئے
پانی پی کر جھاڑیوں کے نیچے دونوں سو گئے
سو کے جب اُٹھے تو پھر کرنے لگے کچھ انتظار
کن سائل پر کرین گے دونوں باتیں اب کی بار

یہ سمجھ کر پھر زبان روکے رہا اپنی گدھسا
سب سے پہلے گائے کو لازم ہے مجھ سے بولنا
گائے نے پہلے تو آہ سرد دیکھنی زور سے
پھر گدھے سے گفتگو کرنے لگی اس طور سے

آپ کو بھی غالباً اس امر کا ہو کچھ خیال
ہم کو جو انسان کے ہاتھوں سے ہو نچے ہیں ملال
ہے یہ اک مضمون ایسا جو زبان پر ہے رکھا
نوع انسان کے مظالم پر نہیں پردہ پڑا

مہربانی کر کے اس عنوان پر کچھ مسمیٰ
اس کے کیا اسباب ہیں مجھ کو ذرا بتلائے
عقل میں سیری نہیں آتا یہ ہے کیا ماحسرا
مجھ کو جانا چاہئے جب کہ نہ چاہے دل مرا

خواہ میں کچھ کر رہی ہوں لیکن اس کے حکم پر
میں چلی جاؤں ادھر ایسا ہے وہ مجھ کو جبر
ہے حقیقت میں یہ صورت اک بڑی تکلیف کی
ہو رہی ہے مفت میں برباد میسر ہی زندگی

گٹھ شالون میں ہوں میں مجبور جانے کے لئے
دودھ دینے کے لئے تکلیف پانے کے لئے
سیری ذاتی راے تو کچھ بھی نہیں بیکار سے
آئے دن کی مجھ پہ جوتی لات ہے اور مار سے

حکم سے باہر قدم ہرگز نہ دھرنا چاہئے
 اُن کی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہئے
 دودھ مجھ سے لیتے ہیں کھانے کمانے کے لئے
 گھی بنانے کے لئے مکھن بنانے کے لئے
 جب کبھی غصہ مجھے حد سے زیاں آگیا
 کوئی گھونہ اپنی دم سے ان کے منہ پر دھریا

کاٹ کر تشریر گائے کی گدھے نے یہ کہا
 آپ نے جو کچھ کہ مندرمایا وہ بے شک ہی بجا
 لیکن اُس نے آپ کو پالا سکھایا اس قدر
 آپ نے کچھ تذکرہ اس کا نہ مندرمایا مگر،
 مہربانی کر کے پس تقریر کو دیجئے نہ طول
 پاس میرے وقت کا حصہ نہیں ہے کچھ فضول
 گائے نے لیکن نہیں کی ختم اپنی گفتگو
 اور گدھا چپ ہو گیا یہ کہہ کے اے پاکیزہ خو
 آپ کہتی جاییں اب میں نہ روکوں گا کبھی
 سلسلہ جپ تک نہ ٹوٹے گا نہ ٹوکوں گا کبھی،
 گائے نے اُس سے کہا یہ ٹھیک ہے میرا خیال

اُن کی خدمت کر کے اب نیا مین رہنا ہو محال
 ظلم جتنے ہیں وہ سب مجھ دکھ کی ماری کے لئے
 اور گورگھ لیں وہ اب خدمت گزار ماری کے لئے
 دھونڈھ لون کی اس بڑے مشکل مین مین اپنی مٹا
 دودھ مکھن کا ذریعہ اپنے وہ کر لیں تلاش
 جب گدھے نے پسنا کرتا رہا کچھ انتظار
 تاکہ جو کچھ گائے کو کہنا ہے کہلے ایک بار
 پھر کہا گئے کی گودی ہے اجازت آپ نے
 اور میرے حال پر کی ہے عنایت آپ نے
 مین ہمیشہ روشنی مین دیکھتا ہوں مدعا
 دوسرے کی آنکھ سے ہر چیز کو ہوں دیکھتا
 ہوں نہیں سکتا مجھے انکار ایسی بات سے
 فائدہ اُن کو پہونچتا ہے تمھاری ذات سے
 لیکن اس سے بھی نہیں انکار ہو سکتا حضور
 آپ کی بھی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں وہ خدمت ضرور
 خوبصورت یہ چہرہ اکا ہیں ہیں گس کے واسطے
 اور مین اس شوق سے سب لوگ کس کو پالتے
 برف باری سے بچا یا تم کو دے دے گئے پنا

سیر کرنے کے لئے بے بسی تمہیں یہ سیر گا ہ
 ذات سے اُس کی ہمیں ملتی ہے راحت بے شمار
 ہر طرح ہم حضرت انسان کے ہنر منت گزار
 اُس کے بدلے ہم نے کچھ بھی اُسکی خدمت کی تو کیا
 اُس کی محنت کے مقابل ہم نے محنت کی تو کیا
 گائے نے جب یہ سنا آنکھوں کو نیچے کر لیا
 ناگوار اُسکو ہوا بے حد گدھے نے جو کہا
 گو بظاہر وہ نہیں کرتی تھی یہ باتیں پسند نہ
 بلکہ ایسی باتوں سے ہوتا تھا سناخ اُس کو دو خند
 اپنے دل میں وہ سمجھتی تھی کہ یہ جو کچھ کہتا
 اعتراف اُس کا مگر ہے مجھکو اور سب سے بجا
 میں سمجھتی ہوں کہ زیادہ وہ نہیں روشن دماغ
 پاس اُس کے عقل کا ہے ایک مدہم سا چراغ
 لیکن اُس نے جو کھا مجھکو ہے اُس کا اعتراف
 راستی پر ہے گدھا اُس نے کہا ہے صاف



طوطا

ایک حقیقی جذبہ

(ٹی کیس)

محبت صرف انسانوں کے حصہ میں نہیں آئی
 نہ اُس نے صرف زندہ چیزوں کے دلمین جگہ پائی
 سنا یہ ہے کہ تھا اسپین میں اک خوشنما طوطا
 مگر وہ ابتدائی عمر میں لایا گیا ملا
 چمکدار اُس کے بازو اور تھے رنگین اُس کے پر
 بہت غمگین رہتا تھا وہ ملا کے کناروں پر
 وطن کے پھول پھل اور آسمان چھوڑا زمین چھوڑی
 بجز قسمت کے جو کچھ چھوڑنی تھی وہ وہیں چھوڑی
 وہ آیا جس جگہ تھا ہرٹ کا اک آسمان سر پر
 نشان تھا بننے والی موجوں کا ہر ایک پتھر پر
 نیا منظر دکھا یا اُس کی آنکھوں نے جہاں دیکھا
 کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا جو آکر یہاں دیکھا
 رہا زندہ وہ سرد آب و ہوا میں ایک تھک
 رہا پابند وہ ہر اک بلا میں ایک عرصہ تک

بہت دن تک رہا زندہ کیا کرتا تھا وہ باتین
 گزارے اس طرح اُس نے بہت دن اور بہت باتین
 بڑھاپا آگیا اور سبز بازو ہو گئے بھورے
 وہ اپنی زندگی کے دن یوں ہی گرنے لگا پورے
 وہ آخر کار اندھا ہو گیا اور ہو گیا بہرا
 نہیں کرتا تھا باتین اور سنہنسا بھی گیا اُس کا
 وہاں پھر آگیا پھر تا ہوا جو ایک اسپینی
 تو اُس نے طوطے کو دیکھا اور اُس کی گسیٹ
 کیا اپنی زبان میں خیمہ مقدم اُس نے طوطے کا
 زبان پہچانی جب اپنے وطن کی خوش ہوا طوطا
 سنائی داستان غم سنایا اُس کو افسانہ
 کہا حب وطن نے کر دیا ہے مجھ کو دیوانہ
 یہ کہہ کر اپنے بازو پھٹ پھٹاے گر پڑا طوطا
 نہ پھر زندہ رہا کرتے ہی نیچے مر گیا طوطا



بھڑیے کے ساتھ ایک ات

(لی ٹیپلر)

مرے پاس اے چھوٹے بچہ تم آؤ
یہ دیکھو تو پانی برستا ہو کیسا
ہوا چلتی ہے شور کرتی ہوئی اب
ذرا چپ کے ہو کر یہ قصہ سنو تو
تمہارا یہ باب ایک ن گم گیا تھا
جوسنان جنگل کی ہے اونچی چوٹی
چٹانیں بہت ہیں جہاں بھاری بھاری
بچے رات رستہ ہی میں ہو گئی تھی
درختوں کی شاخیں گرین ٹوٹ کر ب
اندھیرا تھا اور میں بھی بھگا ہوا تھا
صنوبر کی ٹھیں ڈالیاں کسی اچھی
چٹان ایک ٹوٹی ٹکڑے ہوئے سر
ہوا اور پانی سے میں بچ گیا تھا
مرے پاس اک بھڑیا بھی پڑا تھا

مجھے خوف اس کا ہے تم گم نہ جاؤ
گھٹا ٹوپ ہر اک طرف ہو اندھیرا
وہ جنگل سے آئی گذرتی ہوئی اب
بہت ہی مزے کی کہانی ہو سن لو
اندھیرے میں پانی کا طوفان تھا
جہاں ہو جگہ ریچھ اور بھڑیوں کی
جہاں جاتے رہتے ہیں اکثر شکاری
ہوئی ایسی بارش چلی ایسی اندھی
ہوئے منہدم شہر میں گرے گھر سب
گیا کھوہ میں بے خطر اور بے کھیم
چٹانیں بہت تھیں ہاں اونچی اونچی
وہ اندر سے ایسی تھی جس طرح ہو گھر
پھر آرام مجھ کو وہاں پر ملا تھا
اندھیرے میں گو وہ نظر سے چھپا تھا

مگر چھوٹے بچہ ڈر دتم نہ سنکر
 سنو میرے بچو میری کہانی
 برابر سے ہم دونوں بیٹھو رہی تھی
 روان اُس کا پانی سو بھگیا ہوا تھا
 برابر جو تھا ایک کے دوسرا بھی
 ہوا مجھ کا معلوم اُس رات میں
 ہوا بند پانی سحر ہو گئی جب
 نہ کچھ ٹوٹنے پھوٹنے کی صدا تھی
 چٹانوں کے نیچے سے جڑوں نکلے
 لیار استہ دونوں نے اپنا اپنا
 مرے بچو تم نے کہانی سنی بھی
 مگر دیکھو اب تک ہوا کا ہے زور
 ہوا آئے اور جب ہو پانی برستا
 یہاں پر نہیں بھیڑ یا ہے کہیں پر
 رہا اک جگہ بھیڑ یا اور میں بھی
 ہوا اُن سے بادش کی بچہ رہی تھی
 مگر جسم سے میرے وہ لگ رہا تھا
 تو گو یا پہنچتی تھی دونوں کو گرمی
 درندہ اور انسان بھی بھائی ہیں
 اندھیرے میں شب بسر ہو گئی جب
 تھا جب کہ گل بھی اور کچھ ہو بھی
 نکل کے وہاں سے گئے اپنے رستے
 وہ گھر اپنے ہو پنا میں گھر اپنے آیا
 مرے کی بہت داستان ہو مری بھی
 درختوں مکانوں کے گرنے کا شور
 تو سمجھو کہ گھر اپنا ہے سب اچھا

ہوا کی چکی

(لانگ فیلو)

چل ہی ہو کی جو چسکی
 میرا بیٹا رہے بلند یہاں
 فخر یہ اپنے دل سے تھی کہتی
 کیسا بھق بھق وہ دیر رہا ہو دیوان

مجھ پہ ایسا چڑھا ہوا ہے جن
 اپنے ان سرخ سرخ دانتوں سے
 گیہوں ہورائی ہو کہ ہو مکا
 دکھیتی ہوں مین خرمون کی طرف
 آنے والی جو فصل ہے اب کو
 کیوں نہ بازو ہوا مین پھیلاؤن
 سب یہ میرے لئے ہوا تیار
 سنتی ہوں موسکون کی آوازیں
 جو مرے باد بانوں مین ہے ہوا
 مین کھڑی ہوں مقام پر اپنے
 گو کہ ہو زور سے ہوا چلتی
 کیوں نہ اُس کی بنوں مقابل مین
 کشتیاں مین ہوا سے لڑتی ہوں
 میرا مالک کھڑا ہے پاس میرے
 کیونکہ وہ مجھ کو خوب جانتا ہے
 مین نے اُس کو بنا دیا زردار
 اور ہزاروں پہ کر دیا سزار

چھوٹا پودا

(سی براؤن)

ایک چھوٹا بیج دیکھو جس کے دل میں دفن ہے
ایک چھوٹا پودا اگر سی نیند میں ہے جو پڑا ،
نیند سے بیدار ہو کر روشنی میں آؤ تم
پانی کی بوندوں نے سورج کی شعاعوں نے کہا
چھوٹے پودے نے سنا اور دیکھنے کے واسطے
اپنا سر باہر نکالا اور پھر ہنس کر اٹھا
اپنی دنیا چھوڑ کر آسانی دیشا میں وہ ،
دیکھنا یہ تھا کہ باہر کی طرف ہوتا ہے کیا
پتھر دنوں میں بڑھتے بڑھتے ہو گیا کیسا
دیکھتا ہے جو وہ کہتا ہے ہے اچھا درخت

شہر میں برف

(رگین ارگ)

اکوٹی شے ایسی ساکن اور مصفا تم نے دیکھی ہے
جو ہو اُس برف سے بہتر جو ساری رات گرتی ہے

خوشی کی کیا نہیں ہے بات؟ یہ ہم شیک سو جائیں
 جو بستر سے اٹھیں تو برف اپنے صحن میں پائیں
 پڑی رہتی ہے وہ کھڑکی کے کانچوں پر دھڑون پر
 ابا بیلون نے آتش دان پر اپنا بنا یا گھر
 بہت ہی رنج میں رہتے ہیں سارے جانور اس سے
 مسرت میں بلا دِ مغربی کے ہیں بشر اس سے
 پڑے رہتے ہیں چھوٹے جانور آگے چراغوں کے
 وہ پھر بھی رہتے ہیں رنجیدہ خاطر برف کے مارے
 سپاہی اپنے پاؤں دیکھتے ہیں خوف کے مارے
 انہیں معلوم ہو جائے کہ پاؤں میں انگوٹھا ہے
 چلا آتا ہے لیکر گیند اک لڑکا قصائی کا
 گردل میں خیال اُس کے سما یا ہے بُرائی کا
 لئے جاتا ہے سر پر کوسٹل جو آدمی اپنے
 سہائی ہے یہ دھن اُس آدمی پر گیند کو پھینکے
 نہیں گھوڑوں کے پاؤں کی بھی کچھ آواز آتی ہے
 مگر یہ برف اپنے ساتھ خاموشی کو لاتی ہے
 گراک ڈاک والا جو گلی میں آتا جاتا ہے
 وہی بس ایک دروازہ ہر اک کا کھٹ کھٹاتا ہے

مگر کچھ دن مین ہو جاتا ہے اچھا انتظام اُس کا
 کہ سڑکوں پہ نہیں رہتا کسی صورت سے نام اُس کا
 بڑے افسوس کی ہے بات جب گرتی ہی برف اگر
 پڑا رہنے نہیں دیتے ہیں پھر کیوں اُس کو سڑکوں پہ
 کسی گھر مین یہ چر چاہے نہیں اب روشنی ہوگی
 کہ بوڑھی عورتوں نے دی خبر ہے برف باری کی
 اگر تم اچھے لڑکے ہو، اگر تم خوب پڑھ لو گے
 تماشا دیکھنا اس برف کا یورپ مین پھر جا کے

ایک گھر اُن کی قبر مین

(الین سینس)

ہوئی تھی پرورش پہلو بہ پہلو جن کی دنیا مین
 ہوئی تھی حسن کی شہرت بھی ہر سو جن کی دنیا مین
 جنہوں نے بھر دیا تھا ایک گھر کو شادمانی سے
 بہت کچھ رشک تھا لوگوں کو اُن کی کامرانی سے
 بنائی ہیں نہیں معلوم قبر مین اُن کی کیسا کر کے
 پہاڑ دن اور دریاؤں نے جو رکھا جسدِ اکر کے
 تھی سب کی ایک ہی مان جو محبت کرتی تھی اُن سے
 ہر اک کے گورے گالوں کو جو بوسہ دیتی تھی آکے

ہر اک کے پن کھلے پھولوں کو رکھتی تھی لگا ہوں میں
 دعاؤں کرتی تھی سب کے لئے وہ خاتما ہوں میں
 کہاں ہیں سونے والے وہ جو سوتے رہتے تھے شب بھر
 نظر آتے نہیں لیکن پڑے ہیں خالی سب بستر

پڑا ہے مغربی جنگل میں اک ندی کے بازو پر
 درختوں نے کیا سایہ ہے اُس کی قبر پر آکر
 یہ وہ سوتا ہے جس کے گھر کا گھر تھا اُس کا اگلشن
 مگر آرام گہ کو جانتے ہیں اُس کے امریکن

پڑا سوتا ہے اک مہمان اور تیلے سمندر میں
 جہان گہرائی میں موتی پڑے ہیں سیپے گھر میں
 بہت ہر دل عزیز اور سب کا پیارا تھا وہ کیسا ہی
 مگر اُس کی نشیبی قبر آسوت تک نہیں پاتی

وہاں سوتا ہے وہ انگور ہوتے ہیں جہان پیدا
 بہت ذی علم تھا دنیا کی سب باتوں سے آفت تھا

مگر اسپین کے خونریز میدان میں اُسے دیکھو
لڑائی میں وہیں مارا گیا تھا وہیں ڈھونڈو

اور اک وہ جو کہ ہندی کے درختوں میں چھپی جا کر
بہت ہلکی ہو اسے پھول جھڑ جاتے ہیں مرجھا کر
مگر مرجھا گئی اُٹلی کے پھولوں میں کئی سیری
جو ان تھی اور تھی اک یادگار آخری سیری

جدا ہو کر وہ اس صورت سے گہری نیند میں سوتے
جو کھیل کرتے تھے بل جُل کے سب اک پیر کو نیچے
ادب سے آکے سب تھے بیٹھتے مان باپ کے آگے
و عا میں ہو کے شامل سب کے سب آئین کتنے تھے
وہ جن کے قہقہوں سے سارے کمرے گونج جاتے تھے
انگلیٹھی کے قریب اگر وہ سب خوشیاں مناتے تھے
جوانی کی سنگین یقین جوانی کے یہی دن تھے ،
ہمارے سامنے پیدا ہوئے تھے ایسے کیا سن تھے

محبت کا بہین پر خاتمہ ہے اے زمین ! بتلا ؟
نہیں ہوتا اگر اس کا اثر قبروں میں کچھ اصلا

تو سخت افسوس ہے اور رنج ہے ایسی محبت پر
تخل چاہئے انسان کو ہر اک مصیبت پر

ابو بن ادھم اور

فرشتہ

(لائٹھ ہنٹ)

ابن ادھم (جس کی دی اولاد میں برکت خدا)
ایک شب وہ چین سے تھا اپنے گھر میں سو رہا
خوابِ راحت سے یکایک آنکھ اُس کی کھل گئی
چاندنی خوش منطری کے ساتھ تھی پھیلی ہوئی
دیکھا اُس نے روشنی میں چاند کی یہ ماجرا
اک فرشتہ اُس کے کمرے میں ہے بیٹھا لکھ رہا
جب یہ دیکھا لکھ رہا ہے ایک وہ زرین کتاب
دل قوی کر کے گیا وہ پاس اُس کے پھر شتاب
اور کہا کیا لکھ رہے ہیں آپ کیسا ہے ماجرا
اک محبت کی نظر سے دیکھ کر اُس نے کہا
میں مجان خدا کے نام لکھتا ہوں یہ سان ،
اور لکھنے کے لئے مجھ کو ملا ہے یہ مکان ،

ابن ادھم نے کہا ہے اس میں میرا نام بھی
 بولا وہ ایسا کیا ہے تم نے کوئی کام بھی؟

پھر کہا آہستگی سے اُس نے یہ سب ہے بجا
 لیکن اتنا مان لیجے آپ بھی کہنا مرا،
 جو مہمان خدا کو دوست رکھتے ہیں یہاں

اور سمجھتی ہیں انہیں محبوب رب دو جہان
 آپ اُن لوگوں میں میرے نام کو لکھ لیجئے
 میرے حال زار پر اتنی عنایت کیجئے
 نام اُس کا لکھ کے وہ نظروں سے غائب ہو گیا
 ابن ادھم خواہ گے میں اپنی جا کر سو گیا،

ایک شب پھر وہ فرشتہ آگیا اُس کو نظر
 چاند کی تھی روشنی اُس وقت پورے طور پر
 اور کہا اُس نے کہ نام اُن کے ذرا پھر دیکھئے
 چاہتے ہیں جو کہ لوگوں کو خدا کے واسطے
 یہ ہیں وہ جو ہیں مہمان خدا سے بھی سوا

اُن کا درجہ ہے مہمان خدا سے بھی بڑا
 اور ابو کا نام اُس نے سب سے پہلے تھا لکھا

نام اُسکا اور نامون کا بنا تھار ہنس
دیکھ کر یہ خوش ہوا وہ اپنے جی مین کس وقت
وہ رہا ہمدرد اپنے بھائیوں کا عمر بھر

پاپ پر کچھ شعر

(در دس در تھہ)

بہ رہی ہین ندیاں مرغ سحر سے بولتا
چھوٹی چڑیاں چھپاتی پھر رہی ہین جابجا
جھلملاتی جھیل ہے اور سے چکاتی اُس کی ریت
دھوپ ہی مین کرتے ہین آرام دیکھو سبکدستی
بچے بوڑھے اور قوی ہین کام مل کر کر رہے
اور چراگا ہون کے اندر جانور ہین چر رہے
جانور کچھ اس طرح آکر گرے ہین گھاس پر
شام تک دیکھو اٹھاتے ہین نہیں ہین اپنا سر
بھاگ جاتی جس طرح اک فوج ہے کھا کر شکست
برف ہی یون ہی ہو ابے منتشر پا کر شکست
ہے اگر باقی تو وہ ننگے پہاڑوں مین کہیں
ہو گئی سے صاف ورنہ سارے جنگل کی زمین

ایک لڑکا گاؤں والے کا ہے کیسا گارھا
اور پہاڑوں میں بستر کا سانہ چھا رہا
اگنی چشمون میں جان، اور ندیاں بہن بہ رہی
آسمان ہے صاف بالکل ختم بارش ہو گئی

رائل جارج (ہزار کی گمشدگی)

(ڈبلیو کا پر)
بچے ہیں اُن دیہروں کے لئے مسجد کے گھنٹے
جو موجوں کے تلے آکر سمندر میں بہن سب ڈوبے
وطن کے پاس آکر آٹھ سو اکسار کی ڈوبے
یہ وہ تھے جو انہر دی میں اپنی پوری اترے تھے

مرمت کے لئے سب آگے کشتی کے اک منج پر
اٹھا پانی سے اُس کا دوسرا رخ بوجہ کو پا کر
یہ ایک آگیا جھونکا ہوا کا جھک گئی کشتی،
اور اُن کو لے لیا آغوش میں موجوں نے پانی کی

بہت کچھ جوش سے مسجد کی گھنٹی بجتی جاتی ہے
گیا ہے "کیپٹن فیلڈ" جیسا آج دنیا سے

مگر وہ لڑچکا ہے آخری بحری لڑائی کو ،
ہوا ہجو خستم اُس کا کام جو عزت کا تھا اب تو

لڑائی تھی نہ طوفان تھا ڈبو دینے کو کشتی کے
نہ تھا سوراخ بھی کوئی نہ ٹکرائی چٹانوں سے
وہ جب ڈوبا تو تھی تلوار اُس کی پیام کے اندر
خستم وہ اذگیوں سے پڑے کچھ لکھتا تھا کاغذ پر

نکالو پانی کے اندر سے ایسی جنگ جو کشتی ،
لرز جاتا ہے جس سے نوت کھاکر دشمنوں کا جی
مرے اس قول کی تائید میں لے آو وہ آنسو
جو نکلے مغربی آنکھوں سے بسکر رنج کے پہلو

مگر شہتیر اُس کے ہین ابھی تک کام کے قابل
وہ پھر تیرائی جاسکتی ہے اب کچھ بھی نہیں سٹھل
سمندر میں سناسکتی ہین پھر تو پون کی آوازیں
لڑائی پر وہ پھر آسکتی ہے گر کام اُس سے لین
کیا جب کمپین فیلڈ اور پورا ہو چکا مقصد
ظفر بانی کی وہ طے کر چکا تھا آخری یہ حسد

اُس کے آٹھ سو جان باز لیکن نہ نہیں سکتی
چلے سو مرتبہ کشتی گردہ پانی نہیں سکتی

ہوا کس راستے آتی ہے

(درڈس درتھہ)
ہوا آتی کہاں سے ہے ٹھہرتی ہے کہاں جا کر
وہ پانی پر ہے چلتی اور برقیلے پہاڑوں پر
وہ چلتی جنگلوں میں اور ہے ایسی چٹانوں پر
کہ جس پر بھیڑ کے بچے ٹھہرتے ہی نہیں جا کر
وہ جب چلتی ہے تو کرتی ہے اک آواز بھی پیدا
ہر اک ننگے شجر پر زور سے کرتی ہے واویلا
نظر آجائیگی تم کو جو اوپر تم نظر ڈالو
گردنیا میں کوئی بھی بتا سکتا نہیں اُس کو
کہاں جاتی ہے وہ اور چلتی ہے اس طرح سی کیوٹر
کبھی چلتی ہے آہستہ کبھی ہوتی ہے زوروں پر
اندھیرے کونے میں جا کر ٹھہرتی ہے وہ اکثر
بجادیتی ہے گھنٹی زور سے کونے میں وہ جا کر
اگر دیکھو گے تم، تو دیکھنے سے کچھ نہیں ہوگا
سوائے برف کے ٹکڑوں کے پاؤں کے نہ کچھ اٹھلا

کبھی غاروں کے اندر جا کے ڈھونڈ جاتی ہو بڑا پس
 بجاتی ہے وہ سیٹی اس طرح جس طرح ہو سارس
 وہاں بھی تم اگر ڈھونڈو تو پالو گے مقام اُس کا
 مگر خالی جگہ ہوگی نہیں پاؤ گے نام اسس کا
 لگے ہوں گے وہاں پر ڈھیر سوکھے پتوں کے اکثر
 جو چورون اور فقروں کے لئے بن جاتے ہیں بستر
 مرے ہمراہ چلنا باغ میں کل، مین بتا دوں گا
 ہوا موجود رہتی ہے وہاں تم کو دکھا دوں گا
 بڑا سا ایک رستہ اُس نے شاخون میں بنایا ہے
 بہت سی ڈالیوں کو توڑ کر ہر سمت پھینکا ہے
 خدا کا شکر ہے اک سیدھی ٹھنی چھوڑ دی اُس نے
 اٹھا یا سر بڑے ہی تمکنت کے ساتھ جو جس نے
 گزشتہ موسم گرامین تم نے اُس کو دیکھا تھا
 لدی تھی خوب سیبوں سے وہ منظر کتنا اچھا تھا
 ٹھہر جاتی ہے چھت پر اور وہاں وہ غوغا کرتی ہے
 وہ گو یا پتھروں میں اپنے بچوں کو جاتی ہے
 گرا دیتی ہے ایسی کھڑکھڑاہٹ سے انہیں نیچے
 کہ جیسے زخمیوں کو جنگ میں ہنپنیکتے جاتے

اُسے چلنے دو چارون سمت وہ دُکھ دُونین سکتی
 بڑے آرام سے ہین گرم ہم نے آگ ہے رکھی
 نہیں سکتی ہے اُس کی ہوا چلتی ہے وہ کیسی
 بہت ہی مستقل ہے روشنی بھی موسم تہی کی
 کتا ہین ہم کو پڑھنا ہین مگر ہین کیسی آوازیں
 سمجھتا ہوں کہ یہ ہین آٹھ کے گھنٹے کی آوازیں
 چلو بستر پہ چل کے کام اپنی مرضی کا کر لین ،
 کتا ہین بھی دہین بستر پہ جا کے اپنی ہم دہین
 ہین پرواہ کیا گو کھٹ کھٹاے لاکھ دروازے
 ہم اندر اُس کو آنے ہی نہ دین گے لاکھ سرچشکے
 ہزارون مرتبہ وہ کھڑکھڑاے کھڑکیاں اُسکی
 کرے فریاد لیکن اب ہوا پائے کہاں اس کی
 اُسے تم ڈھونڈھ لینے دو جہاں بھی ہو مکان اُسکا
 کہ مٹ جائے کسی صورت یہاں سے تو نشان اُسکا
 بہت ہی گرم ہے یہ ادراک آرام ناگھر ہے
 سمجھتے ہو کہ نا صبر اور میرے نام کا گھر ہے

ڈیوڈ ٹلس

(ورڈس رتھ)

مین اُس دریا کی اک دن سیر کرنے کے لئے پہنچا
 کہ جو اونچے پہاڑوں وادوں میں پھرتا ہے بہتا
 یکایک اک سُنہی پھول کا تختہ لٹا رہا
 کہ جو پھیلا ہوا اک جھیل کے بالکل کنارے تھا
 وہ سایہ میں درختوں کے بہت میں ناچتے پھرتے
 کبھی پین ڈالیوں پر اور کبھی پانی میں پین گرتے
 سلسل اُن ستاروں کی طرح پھیلے ہوئے وہ تھے
 چمکتے رہتے ہیں جو کھکشان میں کیسی خوبی سے
 وہ پہلے ایک ہی خطا میں تھے دریا کے کنارے پر
 اٹھاتے تھے وہ ستارے اداسے اپنا اپنا سر
 ہزاروں پھول تھے اور تازگی تھی خوب پھولن پر
 بہت ہی خوبصورت ہوتا تھا نسلم وہ منظر
 چلین آتی تھیں موجیں اُن میں گواہ گھیلیاں کرتی
 مگر سبقت نہیں لیجا تین تھیں اس پھول سے کچھ بھی
 یہ وہ دھپ صحت تھی کہ خوش وہ کس قدر ہوتا
 کسی شاعر کا ایسے پر فضا میں گر گزر ہوتا

بہت ہی دیر تک دیکھا کیا ، تم جان سکتے ہو
 کہ اس منظر نے کیسی اچھی واولت بخشدی چکو
 میں ہوں بیکار یا مشغول جب بستر پہ جاتا ہوں
 تو دل کی آنکھوں کے آگے انہی پھولوں کو پاتا ہوں
 میں جب ہوں دیکھتا ہوں کہ تو کیسا جی خوش ہوتا
 نظر آتے ہیں جھکو خواب میں میں ہوں اگر سوتا
 خوشی کے دلولوں سے میرا دل ہے خوب بھر جاتا
 جو میرے سامنے یہ خوبصورت پھول سے آتا

رات کی چڑیا

(سنگس ۷)

سمندر کے سفر میں سوتے سوتے جاگ اٹھا میں
 نظر آیا مجھے طرفہ تماشا دیکھتا تھا میں
 اندھیری رات تھی اور ایک چڑیا چھپاتی تھی
 شجر کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھی وہ گاتی تھی

جزیروں سے مگر یونان کے تو آئی سے چڑیا
 نشان تیرا کناروں پر ہے بحر سین کے ملتا
 یہ ممکن ہے کہ تو اس مشرقی جنگل سے آئی ہو
 سمندر کے کنارے پر نظر آتا ہے جو مجھ کو

میں ایسے دور شہروں سے نہیں آئی ہوں یہاں
 اگرچہ ملک میرا ہے بہت دور ایسے شہروں سے
 بنایا ہی خدا نے میرے، مجھ کو راست کی چٹریا
 دیا ہے کام جو اُس نے میں کرتی ہوں اُسے پورا

تو گائے جاسویرے تک بجا کر سیٹیان اپنی
 پڑھی ہے رات ساری ختم کر دے داستان اپنی
 تاملطم ہے سمندر میں روان آہستہ ہے کشتی
 تو گائے جاسنائے جا یہ اپنی زمزمہ سنجی

پُرانی دنیا سے ٹکراتی ہیں موجیں سمندر کی
 نئی دنیا کے ساحل پر پہنچ جاتی ہیں یہ جلدی
 چلین گی صبح صادق کی ہوائیں جبکہ دریا میں
 چلی جاناز بان کو بند کر کے اپنی صحرا میں



خواب کا ملک

(از ایل۔ سٹی۔ ون سن)

سحر سے شام تک میں دوستوں کو پاس جاتا ہوں
 کبھی سنتا ہوں کچھ ان سے کبھی اپنی سنتا ہوں
 مگر جب رات ہو جاتی ہے اور جاتا ہوں بستر پر
 تو مجھ کو خواب کے ملکوں کا آتا ہے نظر منظر

نہیں ہمراہ کوئی ہوتا ہے جاتا ہوں میں تنہا
 بتاتا ہے نہیں کوئی کہ اب مجھ کو ہے کیا کرنا
 اکیلا میں چلا جاتا ہوں چشموں کے کنارے پر
 پہاڑوں پر کبھی میں بیٹھتا ہوں خواب میں جا کر

وہاں آتی ہیں میرے واسطے ایسی نئی چیزیں
 بہت سی دیکھنے کی ہیں بہت سی کھانے کی چیزیں
 بھیا نک منظر وں کو دیکھ کر ڈرتا ہوں میں پھر تو
 سحر ہو جاتی ہے بس خواب ہی کے ملک میں مجھ کو

میں اپنی واپسی کا راستہ خود ڈھونڈ لیتا ہوں
 یہ ممکن ہی نہیں مین دن کو پھر اُس ملک میں جاؤں
 نہ اُن کے راگ مجھ کو یاد ہوتے ہیں جو مین گاؤں
 نہ ایسا صاف رستہ دن میں جو اُس ملک کو پاؤں

سفر

(اُسٹی دن سن)

میں جانا چاہتا ہوں بھر کاہل کے کنارے پر
 جزیرے ہیں جہاں طوطوں کے بس ڈائے ہوئے لنگر
 پہاڑی طوطے ہیں رہتی ہیں اون میں بکریاں کیسی
 بناتا تھا جہاں تنہا کرو سوشتیان کیسی
 نکل کر مغربی شہروں سے باہر دیکھئے منظر
 مساجد اور گنبد جو کہ ہیں باغات کے اندر
 لظہر آتی ہیں بازاروں میں ایسی قیمتی چیزیں
 تجارت کے لئے جو دور کے شہروں سے آتی ہیں
 جہاں ہے چین کی دیوار اور ہے ریت کا طوفان
 نظر آتا ہے اُس کے اک طرف مواج ریگستان
 اور اُس کی دوسری رخ پر نظر آتی ہے آبادی
 کہیں بچتے ہیں گھنٹے اور کہیں غم ہے کہیں شادی

جہان ہین گرم صحرا اور چوڑے پچھلے جنگل ہین
 جہان ہین ناریل کے پیڑ اور لنگورون کے دل ہین
 جو انگلستان کے ہین جنگلون کی طرح خوش منظر
 جہان رہتے ہین حبشی کھیلتے ہین جو شکار اگر
 جہان ہین نیل کے دریا میں پھرتے اژدہ کیسے
 پکڑتی مچھلیاں لطفین ہین اڑ کر سامنے اُن کے
 جہان ہین جنگلون میں کیسے مردم خوار وہ چیتے
 لگا رہتا ہے جن کو موت کا دمڑ کا شکاری سے
 چلا آتا ہے کوئی پالکی میں بیٹھ کر کیسا
 بہت اچھا نظر آتا ہے چلنا شہر میں رتھ کا
 جہان اجڑے ہوئے کچھ شہر رگستان میں پاؤں ہین
 بجائے گاڈیون کے قافلے ادنیوں کو جاتے ہین
 ہر اک چھوٹے بڑے کی شادمان ہے ہر گھڑی صورت
 امیرون اور غریبون کی وہاں ہے ایک ہی حالت
 گلی اور گھر میں ہے کیسی اُداسی شام سے چھاتی
 نہ بھون کی نہ بوڑھون کی ہین آوازین وہاں آتی
 نہیں ہوتی ہے کچھ بھی روشنی جب رات ہوتی ہے
 نہیں معلوم کس صورت سے وہ مخلوق سوتی ہے

وہاں جب جاؤں گا میں پیٹھ پر اک انٹ کی چڑھ کر
 تو کچھ دن میں کمالوں گا وہاں جا کر میں مال و زر
 کر دنگا آگ روشن ایک گرد آلود کمرے میں
 وہاں دیکھوں گا اُس کمرے کی دیواروں پر تصویریں
 بہ کثرت فوج کی آمد کی اور اُن کی بھلائی کی
 بہادر لوگوں کی اور اس زمانہ کی لڑائی کی
 پرانے مصری بچوں کے کھلونے پاؤں گا جا کر
 پڑے ہوں گے جو اک گوشہ میں اُسکی خاک کے اندر

لسن کا دریا

(ایٹ - ای - ویڈرلے)
 وہ دن ہوں سرد یا ہوں گرم تم دیکھو کبھی جا کر
 کھڑے رہتے ہیں دو بھالی بہن پل کو کنارے پر
 لڑہیں ٹوکری پھولوں کی اپنے چھوٹے ہاتھوں میں
 رکھی ہیں پاس اُن کے نیلو فر کے پھول کی سخیں

غریب اور صاحب زر سب سی اس پل سے گزرتے ہیں
 مگر کوئی نہیں کچھ ڈالتا اُن کی طرف نظر میں
 نہ اُن کے کپکپاتے ہونٹوں پر کوئی نظر کرتا
 نہ اُن کی ہلتی آنکھوں کا کوئی دیکھنے والا

اکھٹے لوگ ہو جاتے ہیں پل پر اور گزرتے ہیں
مگر اُن کی صدا پر کچھ نہیں وہ کان دھرتے ہیں
یہ مجمع دیکھ کر دونوں سکڑ کر ہو گئے پیچھے
وہ لڑکی راگ اپنا گائے اس مجمع میں پھر کب

وہ اپنے گھر کا اور اس آسمان کا دھیان کرتی ہے
سمندر پار سے جو سپہ جان و دل سے مرتی ہے
وہ تازہ تازہ انگوروں کو ہر دم یاد کرتی ہے
مگر اس کی صدا پر کان کب مخلوق دھرتی ہے

بھلا کوئی جماعت کب تو ہمہ ان پر کرتی ہے
وہی کچھ جانتا ہے جس کے اوپر یہ گذرتی ہے
نہیں سنتا صدا اُن کی نہیں سنتا صدا اُن کی
سنائیں کس کو سنتا کوئی بھی کچھ ہے بھلا اُن کی

بے جا اے سمندر اور جہازوں کو بہائے جا
تماشا رقصِ دریائی کا تو اپنے دکھائے جا

تبسم ہاے شادی اور اشک غم رہیں تجھیں
تجارت کو ترقی دین تری اٹھتی ہوئی موجیں

اندھا لڑکا

(سیکھرا)
روشنی کہتے ہیں جس کو وہ کہو کیا چیز ہے
بھھ کو اس کا خط اٹھانے کی کہاں تمیز ہے
تم نہیں پہچانتے ہو گر نظم کی برکتیں
اپنے اندھے لڑکے سے پوچھو کہ وہ کیا چیز ہیں

ذکر کرتے ہو تم اُن چیزوں کا جو ہود بگھتے
روز ہو تم چاند سورج کی چمک کو دیکھتے
میں مگر سورج کو گرمی ہی سے ہوں پہچانتا
رات اور دن وہ بناتا ہے نہیں میں جانتا

اپنا دن اور رات میں خود ہی بناتا ہوں مگر
جب کبھی سوتا ہوں میں یا کھیلتا ہوں اپنی گھر
میں اگر جاگوں تو دن ہی، میں اگر سو جاؤں رات
شام ہو جائے گی بس یوں ہی مری صبح جیات

تم کو اکثر سنا ہوں آہین بہت بھرتے ہوئے
میرے حال زار پر افسوس و غم کرتے ہوئے
صبر سے برداشت کر لیتا ہوں لیکن میں اُسے
وہ کی جس کا مجھے مطلق نہیں کچھ علم ہے

میرے اطمینان کو ہرگز نہ ضائع کیجئے
جس کو حاصل کر نہیں سکتا ہو نہیں اُس بات
اس طرح گاتا ہوں میں جس طرح کوئی بادشاہ
گو کہ ہوں میں ایک مفلس میری حالت ہی تباہ

گاؤن کا حداد

(لانگ فیلو)

کھڑا ہوتا ہے وہ بلوط کے ایک پیڑ کے نیچے
لوہاری کا وہ سب سامان رکھتا پاس ہی اپنے
بہت کچھ وہ قوی سے ہاتھ بھی اُسکے ہین زور آور
سلاخین لوہے کی ہین اُس کے ہاتھوں کی گرین اکثر

وہ اُس کے بال کا لے اُس کا چہرہ مثل چمڑے کے
جو بھیگا رہتا ہے ایسا نڈر آنہ پیٹہ سے

جو کچھ ہو سکتا ہے اُس سے کما تا ہو وہ محنت سے
وہ روزی اپنی پیدا کر تا ہے کیسی مشقت سے

ہمیشہ صبح سے وہ شام تک کام اپنا کرتا ہے
وہ اپنا پیٹ ایسی سخت محنت کر کے بھر تا ہے ،
ہتوڑے کی چلی آتی ہیں اُس کی ایسی آوازیں
موذن مسجد دن میں ج طرح دیتے ہیں اذان میں

کھلے دروازہ میں سے جھانکتی ہیں اُس کو سبھی
پسند اُن کو ہیں اُس کی آگ کی بھٹی کے انکار سے
پکڑنے دوڑتے ہیں اُس کے وہ اُڑتے ہوئے شعلے
ہو امین پھیلے ترہتے ہیں جو بھٹی سے اُڑا اُڑ کے

وہ مسجد جاتا ہے جمعہ کو لیکر اپنے بچوں کو ،
وہ خطبہ سن کے اُن سے کہتا ہے اب تم دعا مانگو
وہ جب سنتا ہے اپنے بچوں کو پڑھتے ہوئے قرآن
تو ہو جاتا ہے وہ قرآن کو سنکر بہت ہی شادان

بہت ملتی ہوئی آواز ہے مان سے جو لڑکی کی
 سمجھتا ہے کہ اس لڑکی کی مان قرآن ہی پڑھتی
 نظر آجاتے ہیں انداز پھر اُس کی محبت کے
 خیال آتے ہی بس آنسو نکل آتے ہیں آنکھوں سے
 وہ ہر اک صبح اُٹھ کر پہلے اپنا کام کرتا ہے
 جب اپنا کام کر لیتا ہے تب آرام کرتا ہے
 خوشی سے سنج اور محنت سے سارے کام ہوتے ہیں
 جو اپنے کام کر لے ہیں انہیں جسے نام ہوتے ہیں

سبق کا مون سے تیرے روزمرہ ہم یہ پاتے ہیں
 کہ قسمت زندگی کی بھٹی میں کیونکر بناتے ہیں
 مشکل کرتے ہیں کس طرح سے اپنے خیالوں کو
 خوشی کرتے ہیں حاصل دور کرتے ہیں ملا لوں کو

بہت کچھ شکر یہ اے دوست تیرا تو نے سکھایا
 طریقہ کام کرنے کا ذریعہ زندگی کا
 بتایا تو نے ہم کو زندگی کیونکر گذرتی ہے
 وہ اس دنیا میں کیونکر کس طرح پر کام کرتی ہے

جنگ بلینجھم کے بعد

(ساد تھی)

کر چکا تھا ختم اپنا کام بوڑھا کاسپر،
اپنے گھر میں کر رہا تھا زندگی کے دن بسر
دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا گھر کے آگے کاسپر
کھیلتی پھرتی تھی اُس کی چھوٹی پوتی گھاس پر

اُس نے اپنے بھائی کو دیکھا کہ کچھ ہے اُسکی پاس
کھیلتا پھرتا ہے اُس سے، کھیل میں ہی بدو اس
ایک ندی کے کنارے مل گئی تھی وہ پڑی
اس نے جو دیکھا کہ وہ ہے گول اور چکنی بڑی

کاسپر نے لے لیا لڑکے سے اُسکو دیکھ کر
ایک آہِ فطرتی بھر کر ہلایا اپنا سر
اور کہا یہ ہے کسی غربت زدہ کی کھوپڑی
جو کہ ہے مارا گیا بے شک لڑائی میں کبھی

باغ میں بھی مین بہ کثرت ان کو پاتا ہوں پڑی
 جب چلاتا ہوں مین ہل کو ہوتی ہے مشکل پڑی
 پھر کہا اُس نے ہوئے لاکھوں لڑائی مین ہلاک
 مدین گذرین بہت سے ہو گئے گل سڑکے خاک

اُس کے لڑنے کا کہا کچھ تو سبب بتلائیے
 کیوں لڑے آپس میں یہ کیا بات تھی فرمائیے
 یہ لڑائی کیوں ہوئی کیوں آگیا دل مین غبار
 اُس کی پوتی کو بھی اُس کے سُن نے کا تھا اشتطاب

کاسپر کہنے لگا انگریزوں ہی نے دی شکست
 بھاگ نکلے جن سے کھا کے سب فرانسیشی
 یہ نہیں معلوم مجھ کو کس غرض سے وہ لڑے
 صرف یہ معلوم ہے لاکھوں لڑائی میں کٹے

اسطرت ندی کے تیری باپ کا تھا جو مکان
 اُس مکان کو کر دیا اُن لوگوں نے آتش نشان
 اپنے بی بی بیچون کو ایسکر روانہ ہو گئے
 جب ہی تو ہم اس لڑائی کا فسانہ ہو گئے

کر چکے ہر باد سارے ملک کو وہ بد سرشت
سیکڑوں معصوم بچوں کو ملی ان سے بہشت
یہ عموماً ہر لڑائی میں یہاں دستور ہے
اس شراب معصیت میں سارا یورپ چور ہے

اک نہایت دشمن نظر تھا پیدا بعد جنگ
دھوپ میں تھیں سر زمین لاشیں ہزاروں لڑکے
ہر لڑائی میں یہی ہے جنگ کا پہلا قصور
اس قدر سفایاں یورپ میں اب تک میں ضرور

افسران جنگ کے مداح ہیں چھوٹے بڑے
اور بھی جن سے بڑے سفایوں کے حوصلے
بولی یہ لڑکی کہ تھی یہ بات تو بے شک جبری
کاسپر بولا، نہیں یہ ایک بھاری فستق تھی

لڑنے والوں کی ہوئی تھیں حوصلہ افزایاں
مرنے والوں پر اگرچہ ہو گئے جو ہر نشان
جب کہا لڑکے نے کچھ ان میں نہ تھی عقل سلیم
کاسپر بولا، نہیں بیٹا یہ تھی فتح عطشیر

ایک پس و پیش کرنے والا اسکول کا لڑکا

(ڈبلیو کاہر)

تھا اسکول میں ایک اچھا سا لڑکا
بہت سے یہ لڑکوں کی تجویز چو
کہا ساتھ ساتھ نے چلو ساتھ تم بھی
تمہاری بھی امداد گر ہوگی شامل
یہ سنکر پڑا قلب پر اس کے صدا
پڑوسی کو ہم لوٹ لین یہ رہے
غریب آدمی کا ستانا برا ہے
خیال اُس کے اُن چھوڑ بچوں کا کیجیے

جو اک مطمئن دل تھا پہلو میں رکھتا
کہ دیکھیں ذرا اس کی ایمانداری
کرین باغ میں آج میوؤں کی چوری
تو آسان ہو جائیگی اور مشکل
نخل آئے آنسو کہا یہ ہے بیجا
نہ جاؤ وہاں تم مری التجا ہے
وہ ان میوؤں سے روٹیاں کھاتا ہے
جنہیں پرورش کر رہا ہی نہیں سے

کہا لڑکوں نے تو بڑے نیک ہو تم
بہت اچھی اچھی ہو باتیں بناتے
مگر ہم کہہ تو چاہئے نا سہیاتی

زمانہ کے نیکوں میں بس ایک ہو تم
بہت تم کو سنجیدہ ہیں ارباب پاتے
گلہری بھی ہی باغ میں اُن کو کھاتی

اگر تم چلو گے تو حصہ ملے گا نہیں جاؤ گے تو نہیں کیا ملیگا

بہت کشمکش میں جب آخر پڑا وہ
میں کتنا ہی روکون مگر جائیگو سب
پڑے گر مصیبت اٹھاؤں نہ میں کیوں
مگر ٹھیرے رہنے سے کیا فائدہ ہے
اگر منحصر مجھ پہ یہ کام ہوتا
درختوں ہی میں پھل لگے رہتے سارے
مگر آج ہی توڑ لین گے وہ ان کو
مگر ان کے ہمراہ جب جاؤں گا
سکون ہو گیا اوس کو سیو چکر کچھ
رہا ساتھ بیوں کا مخالف نہاں بھی
مگر مل گیا لوٹ کا اُس کو حصہ
کہ مفلس بہت کچھ ہے وہ باغ والا
جو تھے اچھے پیوے وہ کیا گوتے تھے

خیال اپنے دل میں یہ کرتا رہا وہ
غریبوں کو نقصان پہونچا لینا سب
بہلا باغ کے پھل بچاؤں نہ میں کیوں
کہ چلنے میں تو یہ بڑا فائدہ ہے
تو اُس باغ والے کو آرام ہوتا
وہ پک جاتے پھر قبضہ میں تھو سارے
یہ بہتر ہے ساتھ ان کے ہرگز نہ جاؤ
تو ہر پہلو سے ان کو سمجھاؤں گا
چلاؤں کے ہمراہ چپ تھا مگر کچھ
سنائی بہت کچھ انہیں دستان ہی
لیا تو مگر رنج تھا اُس کو اس کا
نکا لاشریروں نے اُس کا دوا لا
بہت کچھ اُسے رنج پہونچا گئے تھے



ٹیوبل کین

(چارلس میکے)

ٹیوبل کین اک مرد جی تھا اور طاقت و
 وہ تھا اُس وقت جب کہ تھی یہ دنیا جو انی پر
 رہا کرتی تھی روشن اُس کی ہشت ناک کبھی
 ہنورے مارنے کی بھی وہین آواز آتی تھی
 پچھتے صاف لوہے پر اٹھا کرتے تھے ہاتھ اُس کے
 وہ جب پڑتے تھے، پیدا ہوتی تھیں چنگاریاں اُس سے
 وہ جب تلوار اور بھالے بہت اچھے بناتا تھا
 تو جوش قابلیت سے وہ ایسے راگ گاتا تھا
 مبارک میری صنعت ہے مبارک ڈھال تلوار میں
 مبارک ہاتھ ہیں وہ، جو کہ اچھی طرح انکو لین
 حامل جو کر گیا ان کو لے گا کام جو ان سے
 وہ ہو گا بادشاہ اُس کو ملین گے لطف دنیا کے

ٹیوبل کین کے نزدیک اکشہ آدمی آئے
 وہ اپنے کام میں مشغول تھا گو، پر ملا سب

ہر اک نے اُس کی تلواروں کی کی تعریف خوش ہو کر
 بنائی یقین جو مضبوط اور تیز اُن کے لئے اکثر
 تحائف میں دیا سونا، جو اہر بیوے جگل کے
 یہاں تک خوش ہوئے اُس سے کہ وہ بیکے بیکے
 رہے خوش یہ ٹپو بل کین جس نے ہم کو دی قوت
 مبارک آگ ہو اس کی مبارک اُسکی ہر صنعت
 مبارک اُس کی تلواریں جو سچی صنعت پاتی ہیں
 ہمارے حوصلوں کو ہمتوں کو وہ بڑھاتی ہیں

یہ ایک اُس کے دل پر اک تیرسا ہوا پیدا
 وہ سورج ڈوبنے سے پہلے تھا اک بچ میری وبا
 یہ سوچا کس قدر خون ریزی میری ہے جو صنعت
 پر لیشان ہے مری صنعت کے باعث آج اک خلقت
 بہت سے اپنے اندھے جو شہین آکر لڑے ایسے
 کہ دنیا کی زمین ہے سرخ کیسی خون سے ان کے
 کہا اُس نے کہ ہے بیکار اس دنیا میں وہ صنعت
 کہ جس صنعت نے انسان کو بنایا آج ہر صنعت
 سمجھتا ہوں میں اُن کو مول جو کرتے ہیں پیکان کا
 یہاں گے وہ اس سے خون اپنی نوع انسان کا

ٹیوبل کین کو افسوس تھا ان لینے والوں پر
 رکے ہاتھ اس کے لوہا کو ٹٹنے سے خود بخود دم
 اسی کے ساتھ مدھم بڑ گئی کچھ آگ بھٹی کی
 مگر پھر یک بیک چہرے پہ اُس کے خرمی دہی
 اٹھا اور اُس کی سمت دینے والی آنکھیں روشن تھیں
 کیا مضبوط اپنے ہاتھ کو وہ کام تھا سنگین
 بلند ہونے لگے شعلہ اوڑھ چکا ریان اُن سے
 ٹیوبل کین خوش ہو کر لگا پھر دل میں یوں کہنے
 نہیں پیدا کیا لوہے کو تلوار میں بنانے کو
 بنائی جاتی ہیں تلوار میں بس اک خون بہاؤ کو
 نہیں بیکار ہو جائے گی اس سے میری صحت بھی
 بناؤں گا میں اس لوہے سے آلاتِ زراعت بھی
 ہزاروں آدمی جن کی سب سے تیز اور چھپی
 ٹیوبل کین کی اس راہے میں تائید اُن کی تھی
 اُنہوں نے اپنی تلواروں کو کھوٹی پر دیا لٹکا
 اور اپنے تیز بھالے رکھ دیے دیوار پہ یک جا
 زمین پہ پل چھلایا، تھی طبیعت شادمان اُن کی
 نظر آنے لگیں سہ سہر پھر تو کھیتیاں اُن کی

وہ گاتے تھے خوش و خرم ٹیو بل کین ہو یارب
 کہ ہیں جس کی بدولت شاد و خرم آج سب کے سب
 ہمارا دوست ہے وہ اور ہے مضبوط و طاقت ور
 ہون کی اس کی تعریفیں کریں یہ سندھ ہے ہم پر
 مگر جو روجھا کا ہاتھ جب ہو جائے گا اونچا
 رعایا پر کرے گناہ کبیرا جب ہے انتہا آفت
 تو ہم تلواروں کو اور اپنے بھالوں کو نہ بھولیں گے
 اگرچہ اُس کے ہل کا شکر یہ بھی ہیں ادا کرتے

تتلی کی مجلس رقص

(ٹی ٹی ٹی)

منادی کی یہ مچھرنے لگاؤ ٹو پسیان اپنی
 نہو غمگین طبیعت کو کرو تم شادمان اپنی ،
 چلو تتلی نے کی ہے رقص کی اب منتہی محفل
 کہ جس کی عیش و عشرت کی طرف کھنچتا ہو سب کا دل
 چلو جلدی تمھاری منتظر عشرت کی محفل ہے ،
 بڑی ہی کروفر کی اور بڑی زینت کی محفل ہے
 بہت سہ سہ چکنی دوب پر نزدیک جنگل کے
 بہان ہیں خوبصورت و پیڑ پھولوں کے بھی اور پھل کے

یہ بزم رقص ہوگی آج اک بلوڑے کے بیچے
 بہت ہی جو پڑانا اور کھڑا ہے ایک مدت سے
 زمین کی جس قدر اولاد ہے سب بزم میں ہوگی
 رعیت بھی ہو کی آئے گی لینے کو دل چسپی
 وہاں چوڑا بھی اپنے ایک ایسے دوست کو لایا
 کہ جو اندھا تھا اور تھا پست قامت اور بہت بوڑھا
 چلے پھر بھی مکھی بھی لئے سب رشتہ داران کو
 سنہرے، سبز، نازنگی، تھے کپڑے خوب پہنے جو
 جھکے اپنے بازو آگیا پروانہ محفل میں
 چہڑا آتے ہی اُس کے شمع کا افسانہ محفل میں
 لکیری آئی جو اک بھوری، نیلی صدری پہنے تھی
 وہ اپنے ساتھ اپنے دوست بھڑو بھی لگا لائی
 مگر یہ ہو چکا تھا وعدہ گو آنے کو سب آئیں،
 مگر اس بزم میں نقصان کسی کو بھی نہ پہونچائیں
 گلہری جھانک کر سوراخ سے آ بیٹھی دعوت میں
 وہ اپنے ایک اندھے بھائی کو بھی لائی دعوت میں
 وہاں گھونگا بھی آیا، تھک گیا کچھ دو چوہل کے
 تماشائی بنے تھے جانور جتنے تھے جنگل کے

بنائی مینر کو کر مو تھا کی جو خوبصورت تھی
 کنول کا پتہ دسترخوان تھا کھانے تھے اسپر ہی
 تھے اُس پر مختلف قسموں کے کھانے اور سب اچھے
 نہوتی جو مٹھاس اُن مین تو وہ ہو جاتے کبھی
 غرض یہ تھی کہ وہ شیریں کرے دعوت کو تسلی کی
 لے آئی شہد اپنا دوڑ کر جو شہد کی سکھی
 نہایت شان کے قدموں سے پھر گے بڑا گھونگا
 کیا وعدہ کہ وہ کچھ دیر اس محفل میں ناچے گا
 وہ سب بے ساختہ ہنسنے لگے جس وقت وہ ناچا
 نہامت سے لیا سر کھینچ اُس نے پیٹ مین اپنا
 گیا وہ اپنے ایسے کمرہ مین آرام کرنے کو ،
 نہیں تھا راستہ جس مین ہوا کے بھی گزرنے کو
 بڑھی جب رات کی سیاہی تو جگنور وشنی لایا
 کہا سب نے کہ اب محفل کا ہم کو لطف آئے گا
 مگر جانے دو جلد ہی سے کہ ہم کچھ دیکھ سکتے ہیں
 اندھیرے مین نہیں چلنے کی طاقت ہے مگر ہم مین
 نہیں ہے نظر کوئی مٹا فقط آپ کا ہمسرا
 مناسب ہے ابھی سے اپنے اپنے گھر کو چلنا



